خیر الکلام

فی مسئلۃ القیام

جس میں قیام تعظیمی اور قیام میلادی کے

ہر گوشہ پر احادیث وفقہ سے مکمل بحث کی گئی ہے

تالیف

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ''ثانی'' وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر

شریفیہ بکڈپو گنگوہ

نزد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

1

تفصیلات

نام کتاب خیرالکلام فی مسئلۃ القیام

نام مؤلف حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددی۔

اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

وپیر طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہ العالی، برطانیہ۔

جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ، خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ

کمپوزنگ: محمد دلشاد رشیدی۔09358199948

تصحیح وتزیین: عبدالواجد رشیدی ندوی خادم تدریس جامعہ ہذا

abdulwajid22@rediffmail.com

09412508475

تعداد طباعت: 1100

طبع اول: 1413ھ

طبع ثانی: 1429ھ

طبع ثالث: 1433ھ

قیمت: 70

ناشر

شریفیہ بکڈپو گنگوہ

نزد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فہرست مضامین

☆☆☆

ماٰخذ ومراجع

قرآن کریم
بخاری شریف
مسلم شریف
ابوداؤد شریف
ترمذی شریف
طحاوی شریف
فتاویٰ شامی
البحرالرائق
عالمگیری
فتح الباری
عمدۃ القاری
فیض القاری
بذل المجہود
اوجز المسالک
الابواب والتراجم
فتاوی رشدیہ
فتاویٰ میلاد شریف
اختلاف امت اور صراط مستقیم
فتاویٰ رحیمیہ
احسن الفتاویٰ
فتاویٰ محمودیہ
امداد المفتیین
امداد الاحکام
قیام میلاد کی
مشکوۃ شریف
اشعۃ اللمعات
مرقات شرح مشکوۃ
تنظیم الاشتات
التعلیق الصبیح
مظاہر حق قدیم
سیرۃ المصطفیؐ
طریقہ مولد
التبلیغ مواعظ مختلفہ
امداد الفتاویٰ
الجنۃ لاہل السنۃ
اصلاح الرسوم
الکوکب الدری
حجۃ اللہ البالغۃ
تاریخ میلاد
البراہین القاطعۃ
جاء الحق وزھق الباطل
عرفان محبت

انتساب

حقیر سراپا تقصیر اپنی اس اولین کاوش کو امام المحدثین رأس الفقہاء الراسخین قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ کے نام مبارک کے ساتھ منسوب کرنا اپنے لئے باعث سعادت تصور کرتا ہے جن کو حق تعالیٰ نے اماتت بدعت واحیاءِ سنت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔

خالدسیف اللہ عفا اللہ عنہ گنگوہی

خادم حدیث نبوی شریف، افتاء و جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

حمد باری تعالیٰ

حمد تیری اے خدائے لم یزل	ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
تو ہی خالق ہے تو ہی خلّاق ہے	تو ہی رب انفس وآفاق ہے
تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا	شکر تیرا کیا کسی سے ہو ادا
یا علیمؐ یا سمیعؐ یا بصیر	تو ہی قادر اور تو ہی ہے خبیر
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا	ذکر تیرا روح کی میری شفا
یہ زمین وآسماں ، شمس و قمر	دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر
تو ہی مالک تو ہی رب العالمیں	تیرے در پر جھکتی ہے سب کی جبیں
شان تیری کون سمجھے گا بھلا	ابتداء تو ہی ہے تو ہی انتہا
تو ہی ہے مقصود تو ہی مدعا	جان ودل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا
کید سے شیطان کے یارب چھڑا	اور شر ورِ نفس سے مجھ کو بچا

☆ یا الٰہی مجھ کو اب اپنا بنا ☆

☆ کرلے تو مقبول احمد کی دعا ☆

محبوبنا ومرشدنا فانی فی اللہ عاشق رسول اللہؐ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ

(ازعرفان محبت)

دوستو! زندگی کا پیام آگیا

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا — دوستو! زندگی کا پیام آگیا
آگیا انبیاء کا امام آگیا — لیکے فیضان دارالسلام آگیا
تیرے درپر جو خیرالانام آگیا — اس کے ہاتھوں میں عرفاں کا جام آگیا
ساز و سامان عیش دوام آگیا — یعنی حکم سجود و قیام آگیا
اللہ اللہ ہوئی دل کی دنیا حسیں — جب مقدر سے حسن تمام آگیا
پاگیا پاگیا حاصلِ زندگی — درپہ آقاکے جس دم غلام آگیا
دور ظلمت ہوئی، دل منور ہوا — جب مدینہ میں ماہِ تمام آگیا
ان کی مرضی نظرآئی رشک جناں — عشق میں ایک ایسا مقام آگیا
لائے تشریف جب سید المرسلین — خلد دنیا بنی وہ نظام آگیا
ظلم رخصت ہوا عدل قائم ہوا — عشق کے ہاتھ میں انتظام آگیا
تیرے ابرِ کرم سے شہہِ انبیاء — ہوکے سیراب ہر تشنہ کام آگیا
فیضِ ساقیٔ کونین صلِّ علٰی — جوبھی چاہے پیئے اذنِ عام آگیا
تیری برکت سے اے سیدِ انس وجاں — صبح روشن ہوئی کیفِ شام آگیا
آپ کی مدح انسان کیاکرسکے — عرش سے جب درود و سلام آگیا
قلب شاداں ہوا روح رقصاں ہوئی — لب پہ احمد کا شیریں کلام آگیا

(ازعرفانِ محبت رص ۳۵)

وجہ تالیف:

خدا کا ہزار ہا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ اس نے محض اپنی توفیق سے بلا استحقاق کے ۱۴۰۹ھ میں اپنی عزیز مادر علمی اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں تدریس کا موقعہ عطا فرمایا ہے، پہلی بار جو تدریس کا پہلا سال تھا مشکوۃ شریف جلد ثانی پڑھانے کی سعادت حصہ میں آئی اس میں باب القیام کے تحت مؤلف کتابؒ نے قیام برائے قادم سے متعلق روایات مختصر طور پر جمع کردی ہیں۔

کچھ عزیز طلباء جو بندہ سے حسن ظن ومحبت رکھتے تھے اوران کے علاقہ میں اس کا رواج ودستور بھی ہے ان کو اس سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس موقعہ پر میلادی تفصیلات جاننے کے خواہشمند ہوتے تھے مگر وقت اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کئی روز تک اس کی تفصیلات سے بحث کی جائے، اجمالی طور پر تذکرہ کردیا جاتا اس موضوع پر اگرچہ متعدد رسائل سامنے آچکے ہیں مگر قیام کے دونوں جزء (آنے والے کی خاطر قیام، اور میلادمیں قیام) پر مفصل دلائل فریقین کے ساتھ یکجا طور پر نہیں ہیں جو مختصر بھی ہوں اور جامع بھی، اس لئے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے بندہ کے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی، اوراس موضوع پر مواد جمع کرنا شروع کردیا، کچھ کرم فرما احباب نے حوصلہ افزائی فرمائی اوراس کو کتابی شکل میں پیش کرنے کا مشورہ دیا اس واسطے اس کی طباعت کا خیال پیدا ہوگیا ورنہ بندۂ غریب جو ہر اعتبار سے قاصر وکوتاہ ہے نہ علم وعمل رکھتا ہے نہ تجربہ ومعرفت ہی، اس لائق کہاں تھا جو یہ عظیم الشان کام کرسکے۔

بندہ کی یہ پہلی کاوش ہے جس میں غلطیوں کا عین امکان ہے قال الشافعیؒ ''یأبی اللّٰہُ العصمۃَ لکتاب غیر کتابہ ''،اللہ کی کتاب کے علاوہ اور کوئی کتاب خطاء سے محفوظ نہیں رہ سکتی ''، تو بندۂ عاجز ہی کیسے اس کا مدعی ہوسکتا ہے، اس لئے اپنے اہلِ علم دوست واحباب سے گذارش ہے کہ کتاب میں جہاں علمی سقم، تحریری عیب نظر آئے تو اس طالب علم کو مطلع کردیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے، یہ ہی اس تحریر کے پیش کرنے کا مقصد ہے اور یہ درحقیقت مادر علمی اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا فیض ہے جس میں بندہ نے از ابتداء تا انتہا مراحل تحصیلِ علم پورے کئے۔

مقدمہ طبع ثالث:

الحمد للّٰہ علی احسانہ منہ وکرمہ ناچیز کی یہ تالف میرے احباب کو کافی پسند آئی اور اس کے دو ایڈیشن ختم ہوگئے دوسرے ایڈیشن کو بھی کافی عرصہ گزرگیا اور اس کتاب کی طلب بڑھتی جارہی ہے اس کو دیکھ کر پھر طبیعت کا تقاضا ہوا کہ اس کو پھر سے طبع کرایا جائے اس لئے اللہ کی توفیق سے اور میرے مخلص اکابر کی توجہات اور دعاؤں کی برکت سے یہ رسالہ پھر تیسری بار منظر عام پر آرہا ہے، اللہ پاک اس کو بھی شرف قبولیت نصیب فرمائے اور نافع بنائے اور قارئین کو استفادہ اور عمل کی توفیق سے نوازے آمین، اس کتاب کا موضوع بہت ہی اہم ہے بالخصوص ماہ ربیع الاول میں میلاد وقیام اور اس کی قباحت ومذمت جس کا اس زمانہ میں بعض علاقوں میں بہت ہی زور ہوتا جارہا ہے جو بدعات میں سے ایک بہت بڑی بدعت ہے، یوں تو ہر بدعت

قابل مذمت ہے چونکہ بدعت سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک عمل اور ایک مستقل محاذ ہے اور ایسے کسی عمل سے اللہ پاک کا قرب حاصل نہیں ہوسکتا جو خلاف سنت وشریعت ہو اللہ تبارک وتعالی کا قرب حاصل کرنے کے لئے شریعت پر عمل اور سنت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا اولین شرط ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں اس کتاب کے خاتمہ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ رسالہ بندہ کی تالیفات کی شروعات کا سبب بنا تدریس کے ابتدائی دور میں اسکو لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، اسکے بعد اللہ پاک کی توفیق اور مخلص بزرگوں کی دعاؤں اور توجہات سے بہت سی کتب کی تالیف کا شرف حاصل ہوا اللہ پاک اس سب کام کو محض اپنی رضاء کا سبب بنائے ناز وفخر سے محفوظ فرمائے اور درسی، تالیفی، اصلاحی جدوجہد مدرسہ کے تمام معاملات میں صواب وسداد کی توفیق بخشے اور ہر قسم کے شرور و فتن سے حفاظت فرمائے آمین۔

تقریظ

استاذ الاساتذہ، ماہر معقول ومنقول حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاریؒ استاذ دارالعلوم دیوبند
ومصنف باکمال الفقیہ حضرت الاستاذ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحبؒ مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین ۔

عزیزم مولوی محمد خالد سیف اللہ سلمہ اللہ مدرس مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ نے مسئلۂ قیام پر ایک کتاب لکھی ہے، عزیز موصوف نے کہیں کہیں سے پڑھ کر سنایا میں نے غور سے سنا، ماشاءاللہ انہوں نے کافی محنت کی ہے، اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر کتاب وسنت اور فقہ کی روشنی میں مفصل بحث کی ہے اور جو کچھ لکھا، مختلف مستند کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے، کتاب کا مضمون مجھے پسند آیا اور ان کی محنت ومطالعہ سے دلی مسرت حاصل ہوئی، امید ہے کہ یہ کتاب عوام وخواص کے لئے انشاءاللہ مفید ثابت ہوگی اور وہ اس سے اس مسئلہ میں رہنمائی حاصل کریں گے، عزیز موصوف کی یہ پہلی کتاب ہے، توقع ہے کہ یہ آئندہ ترقی کا زینہ ثابت ہوگی اور جس طرح درس وتدریس سے خاص طلبہ کو فائدہ پہنچا رہے ہیں، تصنیف سے عوام کو استفادہ کا موقعہ بہم پہنچاتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے آمین ۔

دعا گو

محمد ظفیر الدین غفرلہٗ	محمد حسین
مفتی دارالعلوم دیوبند	استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

۸؍شوال ۱۴۱۰ھ

یہ دونوں حضرات بندہ کے اساتذہ میں سے ہیں بہت ہی زیادہ محبت وشفقت فرمایا کرتے تھے، جامع کمالات عالم وبزرگ تھے، اللہ پاک درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ۔

6

تقریظ

استاذی واستاذ المفتیین حضرت اقدس الشاہ المفتی نظام الدین صاحبؒ
سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمد لولیہ والصلوۃ علی اھلھا---------------- وبعد !

پیش نظر رسالہ عزیز محترم مولانا خالد سیف اللہ بن القاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ کا ہے جو دارالعلوم دیوبند کے ہونہار نوعمر فرزندوں میں سے ہیں، موصوف کا یہ رسالہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے کی سعادت ملی ، اندازہ ہوا کہ عزیز موصوف سلامتِ فہم اور استعداد صحیح کے ساتھ صحیح نہج پر رواں دواں ہیں، انشاءاللہ یہ رسالہ مطالعہ کرنیوالوں کو مفید ہوگا، عزیز موصوف کی یہ ابتدائی تصنیفی خدمات میں سے ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو دین حنیف کی صحیح رہنمائی کی کامل اخلاص کے ساتھ ہمیشہ توفیق عطا فرمائے اور سعادت قبولیت سے نوازے آمین ۔ العبد نظام الدین

۱۴۱۰/۱۲/۲۵ھ

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ بلند پایہ عالم دین، محدث وفقیہ، عارف باللہ، منقطع عن الدنیا، متوجہ الی اللہ شخص تھے حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادیؒ کے خلیفہ تھے، حضرت موصوف بندہ ناچیز پر بہت شفیق اور مہربان تھے، دارالعلوم دیوبند میں افتاء پڑھنے کے سال آپ کے کمرے میں جس میں آپ بیٹھا کرتے تھے رہنے کا موقعہ حاصل ہوا اور کچھ خدمت کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور آپ سے مشق افتاء کرنے کا بھی موقعہ ہوا، اللہ پاک آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور اعلی علیین میں مقام رفیع نصیب فرمائے ۔

تقریظ

استاذ الاساتذہ المحدث الکبیر الفقیہ بن الفقیہ جناب حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ
ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

صاحبِ رسالہ عزیز مولوی خالد سیف اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ محترم جناب مولانا الحاج القاری شریف احمد صاحب مہتمم مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے صاحبزادہ ہیں ماشاء اللہ نوجوان فاضل اور جید الاستعداد عالم ہیں مطالعہ کتب وتصنیف وتالیف کا ذوق رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اس ذوق میں زیادتی عطا فرمائے آمین۔

آں عزیز نے ایک رسالہ قیام تعظیمی اور میلادی کے عنوان پر تفصیلی طور پر مرتب فرمایا ہے احقر بالاستیعاب تو نہیں دیکھ سکا البتہ چیدہ چیدہ مقامات سننے سے رسالہ کی افادیت اور عزیز مؤلف کی محنت وتالیفی ذوق کا بخوبی اندازہ ہوا، انشاء اللہ یہ رسالہ مفید عوام وخواص ہوگا، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو علمی وتدریسی اور تالیفی ذوق کے ساتھ تقویٰ وصلاح کی دولت سے ہمکنار فرمائے آمین۔

العبد مظفر حسین المظاہری
ناظم مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور ۲۰/۹/۱۴۱۰ھ

حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صابؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم، جامع العلوم والمعارف، مصدر الحقائق والدقائق، منبع الفیوض والبرکات، ولی کامل، عارف باللہ بزرگ تھے، حضرت والد بزرگوارؒ کی وجہ سے بندہ پر بے حد شفیق ومہربان تھے اکثر وبیشتر آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ہوتا تھا حضرت موصوف بزرگانہ شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے اور آپ کے پاس بیٹھ کر ایک خاص سکون واطمینان حاصل ہوتا تھا، اللہ پاک حضرت مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے درجات بلند فرمائے آمین یارب العالمین۔

تقریظ

حضرت الاستاذ الکبیر الفقیہ العظیم المحدث جناب مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب زید مجدہم
صدر مفتی دار العلوم دیوبند۔

حامداً ومصلیاً وبعد!

قیام کا مسئلہ عرصۂ دراز سے عوام میں موضوعِ سخن بنا ہوا ہے اور اس میں اس درجہ افراط وتفریط پائی جاتی ہے کہ امت مسلمہ دو گروہ میں تقسیم ہوگئی ہے اور ہر ایک اپنے نظریہ پر اس درجہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہے کہ اپنے موقف سے ایک انچ ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے، قیام کی اصل کیا ہے کن مواقع پر قیام مشروع ہے اور کن مواقع پر مذموم وناپسندیدہ ہے، قیام کی شکلیں اور اس کے اوقات کیا ہیں جواز وعدم جواز کے وجوہ ودلائل کیا ہیں؟ ان تفصیلی معلومات کے لئے عزیز محترم مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب گنگوہی نے اس کتاب میں کافی مواد اکھٹا کر دیا ہے اور بہت محنت وجانفشانی سے اس مسئلہ کے ہر ہر گوشہ پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ہر بحث کو کتب حدیث اور کتب فقہ وفتاویٰ سے مبرہن ومدلل کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت دوبالا ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عزیز موصوف کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس کتاب سے امت مسلمہ کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچائے اور اسے قبولیت عامہ عطا فرمائے اور موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

حبیب الرحمٰن خیرآبادی
دار العلوم دیوبند ۹/محرم ۱۴۱۱ھ

صاحب تقریظ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم ہمارے اس دور کے بہت بڑے فقیہ ومحدث ہیں آپ کے قلم سے ہزاروں فتوی لکھے جاچکے ہیں بہت سی کتابوں کے آپ مصنف ہیں بہت سے مفتیان کرام کے استاذ ہیں عابد وزاہد ولی صفت انسان ہیں اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت فرمائے آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث رسولہ الکریم متمماًلمکارم الا خلاق وجعلہ متصفاً بالخُلُق العظیم والصلوۃ والسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الموصوفین باخلاق النبی الکریم الرؤف الرحیم اماّ بَعْدُ!

وعنہ(عبداللہ بن عمرؓ)قال قال رسول اللہ ﷺ ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً (مشکوۃ شریف رج۲رص۴۳۱)۔

وعن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ امابعد!

فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمدٍ وشر الامور محدثاتھا وکلُّ بدعۃٍ ضلالۃً (مشکوۃ شریف رج اول رص ۲۷) رواہ مسلم وفی روایۃٍ کلُ ضلالۃفی النار۔

تمہید:

تمام تعریفیں اس ذات پاک اللہ الصمد کے لئے ہی ثابت سزاوار ولائق ہیں جس نے ہر قسم کی خیر و بھلائی کی تعلیم دی، معاشرتی اخوت والفت، باہمی ارتباط وتعلق، محبت وغم خواری، ایثار وقربانی کے ایسے طریقہ اسلوب واسباب تعلیم فرمادئے جن پر عمل کرنے سے انسان باہم شیر وشکر ایک دوسرے کے دوست، ہمدرد وخیرخواہ بنتے چلے جاتے ہیں، اور ایسے تمام عوامل وعناصر کو ممنوع ومحظور قرار دیدیا جو اس کے بالمقابل انسانوں میں حسد وکینہ، بغض وعداوت، دشمنی وحقارت، تقاطع وتہاجر، تنافر وتباغض کو

پیدا کرنے والے ہیں، چنانچہ اسلامی کتب، قرآن وسنت، اقوال سلف وخلف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس بات کی روشن دلیل اور قطعی شہادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا باب الاخلاق ہی غیروں کو قلعۂ دین اسلام، گلستان ایمان ویقین میں داخل ہوکر سرور قلب، تسکین خاطر، اطمینان دل حاصل کرنے کا ایسا قوی داعی (ذریعہ وسیلہ) بنا کہ جسکی برکت سے لوگ بکثرت اجتماعی اور انفرادی طور پر اللہ کے مقدس دین میں داخل ہوکر اللہ کی ناراضگی سے بچتے چلے گئے اور پیغمبر اسلام اور حضرات صحابہ اور اولیاء اللہ کے اخلاق کریمانہ عادات شریفانہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ ان کو ساری نعمتوں سے زیادہ محبوب ہوگئی اور اس کے ایک نقطہ کے سامنے بھی وہ قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کو ہیچ سمجھنے لگے، اور اس ہدایت کی برکت سے وہ ابدی دائمی پریشانیوں اور جملہ انواع کے اخروی عذابات ووعیدات سے محفوظ ہوگئے جو کفار ومشرکین کے لئے کتاب وسنت میں مذکور ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں کے ایک بہت بڑے طبقہ کو متاثر کرنے والی چیز اسلامی اخلاق ہے، اور اسلام صحیح اخلاق پر بہت زیادہ زور دیتا ہے، حضرات صوفیا عارفین کی جملہ خانقاہی جدوجہد کا یہی خلاصہ تھا۔

آمدم برسر مطلب:

اگرچہ خلقِ حسن بقول امام الصوفیاء حضرت حسن بصریؒ "خندہ پیشانی رکھنا، جود وسخاوت کرنا، ایذائے مخلوق سے باز رہنا ہے" اور بقول شیخ وقت حضرت واسطی قدس سرہ کے "اخلاق حسنہ، مخلوق کے ساتھ ترک خصومت ہر حال میں ان کو خوش رکھنا، غم کی حالت ہو یا سرور وفرحت کی بشرطیکہ ممنوع شرعی کا ارتکاب لازم نہ آئے ورنہ اس سے

براکون ہوگا جو دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنا دین خراب کردے'' اور بقول کبیر الاولیاء والاتقیاء حضرت شیخ سہل تستریؒ ''مخلوق کی جانب سے ایذاؤں پر تحمل کرنا اور ان کو منجانب اللہ سمجھ کر احتساب سے کام لینا ہے'' (اشعۃ اللمعات ص ۱۵۲ ج ۲)۔

اور بقول فقیہ وقت قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا گنگوہیؒ ''اخلاق حسنہ چکنی چپڑی باتوں کا نام نہیں بلکہ خالق ومخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کا نام ہے جو خالق تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو'' ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ کے دامن میں اور بہت سی صفات حمیدہ اوصاف محمودہ، کمالات مرغوبہ، ملکات صالحہ سما سکتے ہیں جو نصوص قرآنیہ وسنت رسول اللہ ﷺ میں بکثرت مذکور ہیں۔

مثلاً بھوکے شخص کو کھلانا پلانا، ننگے بدن کو کپڑے پہنانا، حاجت مند کی ضروریات کی تکمیل میں سعی وکوشش کرنا وغیرہ وغیرہ، انہیں اسباب میں سے ہیں جو اخلاق حسنہ میں داخل ہیں، انہیں میں سے کسی آنے والے شخص (مستحق تعظیم) کی وجہ سے اس کے اکرام وتوقیر میں قیام کرنا بھی ہے جو آپس میں الفت ومحبت کو پیدا کرتا ہے اور دلوں کی نفرت کو کم بلکہ ختم کرنے کا ایک سبب ہے جو شرعاً واخلاقاً مطلوب ہے۔

لیکن اہلِ بدعت نے اس سے مجلسِ میلاد میں قیام کرنا کروانا عقیدۃً وعملاً لازم وضروری بلکہ فرض قرار دیدیا ہے اور جتنے دلائل اس جگہ کے تھے (قیام برائے قادم) وہ سب وہاں (میلاد مروجہ در ماہ ربیع الاول) چسپاں کردئے جس سے انتہائی غلط نتائج برآمد ہوئے اور عملی واعتقادی بہت سی گمراہیوں نے جنم لیا اور فسق وفجور اور طرح طرح کی بے اعتدالیوں وخرافات کا مظاہرہ ہونے لگا، ان تفصیلات کو دیکھ کر جو

اس رسالہ میں مسئلہ سے متعلق آرہی ہیں ہر ایک مسئلہ مع دلائل کے واضح ہوجائے گا اور ہر ایک کا صاف مجمل ومطلب سمجھ میں آجائے گا اور مختلف حضرات کے اقوال واعمال سے جو ذہنی خلجان عام طور پر ہوجاتا ہے دور ہوجائے گا کہ بہت سے حضرات آنے والے کی خاطر قیام کو اور میلاد میں مروج قیام کو ایک درجہ کا مکروہ وممنوع سمجھتے ہیں اور کوئی فرق نہیں کرتے، اور بہت سے جہلا قیام در میلاد کو بہت بڑے ثواب کی چیز سمجھتے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں اور جہاں احادیث میں قیام کا تذکرہ ہے وہ تو آنے والے کی خاطر ہے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، کسی آنے والے کی خاطر قیام کا جائز ہونا اور چیز ہے اور میلادی قیام جو ماہ ربیع الاول میں بہت ساری بدعتوں کے ساتھ ہوتا ہے بالکل الگ ہے، بہت سوں کو اس مسئلہ میں ایسا مغالطہ ہوگیا کہ ایک مسئلہ کے دلائل دوسرے سے جوڑ دئے گئے جو ایک صریح غلطی ہے۔

اب ہم اس مسئلہ کی تفصیل میں چلتے ہیں تاکہ حق واضح ہوجائے اور مغالطہ دور ہوجائے، جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ایک قیام ہے کسی آنے والے کی خاطر ادب وتعظیم سے کھڑا ہونا جب کہ وہ آنے والا کوئی دنیوی یا دینی وجاہت اور حیثیت کا مالک ہو، اور دوسرا ہے ماہ ربیع الاول میں میلاد النبی منانا اور جشن کرنا اور بہت ساری خرافات اور غلط عقیدوں کے ساتھ مجلس کرنا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

پہلی قسم یعنی آنے والے کی خاطر:

اولاً ہم قیام کی اصولی اعتبار سے دو قسمیں کر لیتے ہیں۔

(۱) آنے والے کی خاطر قیام کرنا (۲) میلاد میں مخصوص عقائد کے ساتھ قیام کرنا۔

قسم اول: یعنی آنے والے کی خاطر قیام کرنا چاہئے آپ اس کو القیام للقادم کے عنوان سے تعبیر کیجئے اور چاہے قیام تعظیمی، قیام توقیری کہئے بات ایک ہی ہے بس تعبیرات مختلف ہیں۔

عباراتنا شتی وحسنك واحد   وكل الى ذاك الجمال يشير

اس کے بارے میں علماء کرام کی مختلف رائے ہیں جیسا کہ حضرت اقدس شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوۃ ر ص ۲۷ ر ج ۴ پر باب القیام کے تحت فرمایا جس کا خلاصہ وماحصل یہ ہے کہ بعض علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ قیام برائے قادم سنت ہے اور بعض نے مکروہ وبدعت قرار دیا ہے اور بعض نے مباح وجائز اور ہر ایک نے اپنے نقطۂ نظر پر روایت پیش کی ہے، ایسے ہی حافظ ابن الحجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے مختلف اقوال ذکر فرمائے ہیں (فتح الباری ر ص ۴۹ ر ج ۱۱ ر)۔

جوحضرات آنے والے کی خاطر قیام کو منع کرتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

دلائل ممانعتِ قیام:

(۱) عن ابی امامۃؓ قال خرج رسول اللہ ﷺ متکئاً علی عصا فقمنا له فقال لاتقوموا كما تقوم الاعاجم يعظم بعضها بعضاً رواه ابوداؤد (مشکوۃ ر ص ۴۰۳ ر ج ۲)

ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ ایک لاٹھی پر سہارا کئے ہوئے نکلے (مجمع میں باہر تشریف لائے) ہم آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہوگئے آپؐ نے فرمایا کہ تم کھڑے مت ہوا کرو جیسا کہ عجمی لوگ قیام کرتے ہیں کہ ان میں بعض بعض کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں کہ جہاں ان کا سردار

آیا وہ محض اس کو دیکھ کر ہی گھبرا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی تعظیم میں کھڑے رہتے ہیں اس سے منع فرمانا مقصود ہے (مظاہر حق قدیم مختصراً ر ص ۶۶ ر ج ۴)۔

(۲) عن انسؓ قال لم يكن شخص احب اليهم من رسول الله ﷺ وكانوا اذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهية لذلك رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح (مشکوۃ ر ص ۴۰۳ ر ج ۲ ر)۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کوئی شخص حضرات صحابہ کو نبی کریم ﷺ سے زائد محبوب نہ تھا (اس کے باوجود حال یہ تھا) کہ جب آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ ان کو اس کا آپ کو ناگوار و ناپسندیدہ ہونا معلوم تھا۔

آنحضرت ﷺ کی یہ ناگواری خاطر عاطر اپنی غایت تواضع وکمال درجہ عبدیت کی وجہ سے تھی اور چونکہ یہ طریقہ عجم کے متکبرین، جبارین، ظالمین، سلاطین کا تھا اس لئے آپ نے اس کی ممانعت فرمادی اور اس سلسلہ میں اہل عرب کی عادت وخصلت اور ان کے مزاج کے مطابق کامل طور پر سادگی وبزازت وبے تکلفی کو اپنا وظیفۂ زندگی بنایا کہ اہل عرب رفتار وگفتار، مواکلت ومشاربت، مصاحبت ومجالست گفتگو ومحادثت میں انتہائی بے تکلف وسادہ واقع ہوئے تھے اور ان تمام تکلفات سے دور تھے۔

اسی لئے مروی ہے انا واتقیاء امتی برآءٌ من التکلف کہ میں اور میری امت کے متقی لوگ تکلفات سے بیزار ہیں اور اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فقیہ الامت نے خصوصیت کے ساتھ صحابہ کے اوصاف میں کہا ہے اقلهم تكلفاً کہ وہ انتہائی قلیل التکلف تھے اسی لئے اس روایت سے قیام کی ممانعت پر استدلال

کمزور ہے (مظاہر حق قدیم بتشریح زائدٍ ص ۶۵ رج ۴)۔

(۳) عن معاویۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبوأ مقعدہ من النار

(مشکوۃ ص ۴۰۳ رج ۲ ربحوالہ ترمذی وابوداؤد ص)

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ اس کے آگے لوگ کھڑے ہوا کریں اس کو اپنے بیٹھنے کی جگہ جہنم میں تیار کرلینی چاہئے۔

یہ امر بمعنی خبر ہے اور اس شخص کے حق میں وعید ہے جو تعظیم وتکبر کے طور پر اپنے سامنے لوگوں کو کھڑے رکھنا پسند کرے اور جس شخص کی یہ خواہش اور ارادہ نہ ہو اور پھر لوگ اپنی خوشی سے خدمت کے لئے یا طلب ثواب کے لئے ایسا کریں یا بقصد تواضع یہ عمل کریں تو کوئی مضائقہ نہیں، حاصل یہ ہے کہ اپنے لئے بطریق تعظیم وتکبر کے اس کو پسند کرنا مکروہ ومنہی عنہ ہے ورنہ نہیں (مظاہر حق قدیم باختصارٍ ص ۶۶ رج ۴)۔

(۴) عن سعید بن ابی الحسن قال جاء نا ابو بکرۃ فی شھادۃ فقام لہ رجلٌ من مجلسہ فابی ان یجلس فیہ وقال ان النبی ﷺ نھی عن ذا

سعید بن ابی الحسنؒ جو معتبر وثقہ تابعی ہیں اور حضرت حسن بصریؒ کے بھائی ہیں ان سے روایت ہے کہ ہمارے پاس حضرت ابوبکرہ صحابی رسول ﷺ ادائے شہادت کے لئے تشریف لائے۔

یعنی ایک قضیہ میں وہ گواہ تھے ان کو دیکھ کر ایک شخص ان کی تعظیم کے لئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا تاکہ وہ وہاں بیٹھیں تو حضرت نے وہاں بیٹھنے سے انکار فرمادیا اور وجہ یہ بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوبکرہؓ نے اس جگہ بیٹھنے سے انکار فرمادیا حالانکہ اگر بطِیب خاطر دوسرا ایسا کردے تو بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آیت کریمہ تفسحوا فی المجالس اور حدیث صدار الدابۃ احق بصاحبھا الااذا اذن سے مستفاد ہوتا ہے اور اس کے مانند بہت سے فروع وجزئیات ہیں لہذا یہ انکار غایت تورع اور احتیاط پر محمول ہے یا انہوں نے حدیث کو مطلق سمجھا یا بطِیب خاطر ہونے میں انکوشک ہوا (مظاہر حق ص ۶۷ رج ۴ ر)۔

دوسرا قول علماء کی ایک جماعت کا یہ ہے کہ یہ قیام مکروہ ومنہی عنہ نہیں ہے بلکہ جائز ومستحب ہے کہ کسی آنے والے کی خاطر کھڑا ہوجائے جیسا کہ رئیس فاضل امام عادل عالم ومعلم کے اکرام کی خاطر قیام کرنا کہ دراصل ان میں موجودہ صفات حمیدہ کا اکرام ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے علامہ خطابی کے حوالہ سے سعد بن معاذؓ کی حدیث کی تشریح میں تحریر فرمایا وفیہ ان قیام المرؤس للرئیس الفاضل والامام العادل والمتعلم للعالم مستحب الخ (فتح الباری ص ۵۱ رج ۱۱)۔

یعنی اس حدیث سے یہ چیز معلوم ہوئی ہے کہ کسی رئیس کی خاطر رعایا میں سے کسی کا قیام کرنا ایسے ہی امام عادل کے لئے قیام کرنا ایسے ہی طالب علم کا اپنے استاذ کے احترام میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔

نیز مستحق اکرام شخص کی خاطر قیام کرنے کے متعلق امام محی السنۃ شیخ زکریا نووی المتوفی ۶۷۷ھ نے فرمایا جس کو محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں بایں الفاظ نقل فرمایا ہے کہ امام محی السنہ گفتہ کہ ''ایں قیام مراہل فضل را در وقت قدوم آوردنِ ایشاں

مستحب است واحادیث دریں باب ورود یافتہ ودر نہی ازاں صریحاً چیزے صحیح نشد''
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ارباب علم وفضل کی خاطر قیام مستحب ہے اور احادیث اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں اوراس سے ممانعت کی روایات صریح نہیں ہیں۔

نیز امام العصر علامۂ وقت الشیخ انور شاہ الکشمیریؒ المتوفی ۱۳۵۲ھ نے فرمایا

واعلم ان القیام للتوقیر رخصۃٌ اومستحبٌ (فیض الباری ص۷۰ ج۴)

کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ قیام برائے توقیر رخصت یا مستحب ہے، ایسے ہی امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ:

القیام علی وجہ البر والاکرام جائز کقیام الانصار لسعد وطلحہ لکعبؓ (فتح الباری ص۵۲ ج۱۱)۔	قیام بھلائی واکرام کے طریق پر جائز ہے جیسا کہ انصار نے حضرت سعد کے لئے اور حضرت طلحہؓ نے حضرت کعبؓ کی خاطر قیام کیا۔

دلائل اثبات قیام:

دلیل اول: اس میں دو چیزیں مذکور ہوئیں (۱) انصار کا قیام برائے سعد بن معاذ جو تفصیل کے ساتھ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

(۲) حضرت طلحہؓ نے حضرت کعبؓ کے لئے قیام کیا، اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں جب رسول اللہ ﷺ نے یوم پنجشنبہ ماہ رجب ۹ھ میں تبوک کی طرف جو ملک شام کا ایک مشہور شہر ہے نکلنے کا حکم دیا، جسکی وجہ یہ ہوئی کہ نصاریٰ عرب نے ہرقل شاہ روم کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ محمد کا انتقال ہو گیا اور لوگ قحط اور فاقوں سے بھوکے مر رہے ہیں۔

عرب پر حملہ کرنے کا یہ موقعہ نہایت مناسب ہے، یہ دیکھ کر ہرقل نے فوراً فوج کی تیاری کا حکم دیدیا چالیس ہزار کی تعداد میں رومیوں کا لشکرِ جرار آپ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا شام کے سوداگر زیتون کا تیل فروخت کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا کرتے تھے جن کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ ہرقل نے ایک بڑا زبردست لشکر آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے جس کا مقدمۃ الجیش بلقاء تک پہنچ گیا ہے اور ہرقل نے فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کر دی ہیں۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً سفر کی تیاری کی جائے تاکہ دشمنوں کی سرحد تبوک پر پہنچ کر ان کا مقابلہ کریں طول مسافت اور موسم گرما، زمانۂ قحط، گرانی، فقر وفاقہ اور بے سروسامانی کے ایسے وقت میں جہاد کا حکم دینا تھا کہ منافقین جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے گھبرا اٹھے کہ اب ان کا پردہ فاش ہوا جاتا ہے خود بھی جان چرائی اور دوسروں کو روکنے کی کوشش کی۔

آنحضرت ﷺ جب تبوک روانہ ہوئے تو مؤمنین مخلصین بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے منافقین کا ایک گروہ شرکت سے رہ گیا لیکن بعض مخلصین نفاق کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض کسی عذر کی وجہ سے اور بعض بمقتضائے بشریت گرمی اور لو کی تکلیف سے گھبرا کر پیچھے رہ گئے ان متخلفین (پیچھے رہ جانے والوں میں کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع جیسی ہستیاں بھی تھیں، لفظ مکہ سے ان کے ناموں کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے ''م'' سے مرارہ بن ربیع ''ک'' سے کعب اور ''ہ'' سے ہلال بن امیہ۔

الغرض تبوک پہنچ کر آپ نے بیس روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا لیکن

آپ کا یہاں آنا بے کار نہیں گیا بلکہ دشمن مرعوب ہوگئے اور آس پاس کے قبائل نے حاضر ہوکر سر تسلیم خم کیا اور اہل جربا اور اذرُح اور اِیلہ (جگہوں کے نام ہیں) کے فرماں برداروں نے حاضر ہوکر صلح کی، واپسی میں جب رحمتِ عالم ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو منافقین نے اس بڑی آزمائش کے دور میں شرکت نہ کرنے اور ساتھ نہ دینے کے لئے جھوٹے عذر تراش کر خدمتِ اقدس میں عذر خواہی کی، اور ذات اقدس ﷺ نے اسلام کے جماعتی نظام کی وجہ سے مصالح کے پیش نظر ان سے درگذر فرمایا، مگر عذر خواہی کرنے والوں میں یہ تین اشخاص مخلصین اسلام میں سے تھے انھوں نے اپنے باغات کے فائدوں سے فراغت کے بعد لشکر میں شامل ہونے کا ارادہ کر رکھا تھا مگر کاہلی کی وجہ سے تاخیر در تاخیر ہوتی چلی گئی اور یہ اس سے محروم رہ گئے، ان کی باتوں کو سننے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کی عذر خواہی سے درگذر نہیں فرمایا بلکہ خیال فرمایا کہ ان کے لئے ایسا فیصلہ ضروری ہے جس کے بعد آئندہ کسی مخلص مسلمان کو ایسی غلط کاری اور نظام جماعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ ہوسکے اور حسب جہاد کے لئے نفیر عام (سب کو نکلنے کا حکم ہوجائے) اس وقت تخلف بلا عذر شدید ناجائز وممنوع ہے، اور جب کہ خود رسول اکرم ﷺ اور تمام صحابہؓ کی جان و مال پر ہی حملہ ہو تو کسی مخلص کیلئے تخلف کیسے روا ہوسکتا ہے، یوں تو تخلف عن الجہاد دوسرے موقع پر بھی ہوا، بدر میں صرف تین سو تیرہ ہی تھے سب کہاں تھے اور بعض دفعہ بعض حضرات کو انفرادی اور جزوی کاموں کے لئے بھی واپس بھیجا گیا، تو معلوم ہوا کہ جس وقت جس کو رسول ﷺ کا حکم ہو اس کی ہی تعمیل ضروری ہے یہی اطاعت الٰہی ہے، اس کے بعد نبی کریم

ﷺ نے اصلاحاً ان سے معاشرتی مقاطعہ، سلام وکلام بالکلیہ ترک کرنے کا حکم صادر فرمادیا، چنانچہ تمام مسلمانوں نے اس پر عمل کیا جس کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن بن گئی اور زمین وآسماں ان پر تنگ ہوگئے اور رنج والم حزن وملال ان پر چاروں طرف سے مسلط ہوگیا، چند دن ان کو ایک زمانہ طویل معلوم ہونے لگا۔

ایام مصیبت کے کاٹے نہیں کٹتے
دن عیش کی گھڑیوں میں گذر جاتے ہیں کیسے

اسی طرح پچاس دن راتیں گذر گئیں یک بیک صبح کی نماز کے بعد سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک پکارنے والے نے کہا کہ کعب بشارت ہو، یہ حضرات تو پہلے ہی سے منتظر تھے فوراً بھاگے کہ لگتا ہے دربار الٰہی میں توبہ قبول ہوگئی، اب کیا تھا مسرت وخوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے وہیں سجدہ میں گر گئے، اب جوق در جوق لوگ آرہے ہیں اور قبول توبہ کا مژدہ سنا رہے ہیں اور کل تک جو اجنبی تھے وہ جان فدا نظر آرہے ہیں، کعب فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مجھے دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور مبارک باد دی۔

الغرض اس طرح ان حضرات کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے متعلق آیت کریمہ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الاٰیۃ نازل ہوئی، تفصیل کے ساتھ یہ روایت بخاری شریف کتاب المغازی میں حدیث کعب بن مالک کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

ہمارا مقصود اس قصہ میں یہ الفاظ ہیں فقام الیّ طلحۃ بن عبید اللہ

یھرول حتی صافحنی وھنانی (عمدہ شرح بخاری)۔

کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا تو راستہ میں جماعت پر جماعت توبہ قبول ہونے پر بشارت اور مبارکباد دیتی تھی، مسجد میں پہنچا تو دیکھتے ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑ کر کھڑے ہو گئے اور مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی، یہ فتح الباری کی عبارت کی تشریح ہے جس میں کقیام الانصار لسعد وطلحۃ لکعب مذکور ہے (فتح الباری ص ۱۱۶/ج ۸)۔

دلیل نمبر دو: اسی عبارت میں حضرات انصار کا حضرت سعد بن معاذ کے لئے قیام کرنے کو بتایا گیا ہے، اس روایت کو بھی محدثین کرامؒ نے متعدد جگہوں پر ذکر کیا ہے، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں مختلف مقامات پر اسکی تخریج فرمائی ہے، پھر کتاب الاستیذان میں اس پر باب قائم فرمایا ہے باب قول النبی ﷺ قوموا الی سیدکم ہم وہیں سے اس کو یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

حدثنا ابو الولید حدثنا شعبۃ عن سعد بن ابراھیم عن ابی امامۃ بن سھل بن حنیف عن ابی سعید ان اھل قریظۃ نزلوا علی حکم سعد فارسل رسول اللہ ﷺ الیہ فجاء فقال قوموا الی سیدکم او قال خیرکم فقعد عند النبی ﷺ فقال ھؤلاء نزلوا علی حکمك قال فانی احکم ان تقتل مقاتلیھم وتسبی ذراریھم فقال لقد حکمت بما حکم بہ الملك (فتح الباری ص ۴۹/ج ۱۱)۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قریظہ کے لوگ سعد بن معاذؓ کے حکم وفیصلہ پر تیار

ہو گئے جس کا مختصراً قصہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ غزوۂ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے، جب ظہر کا وقت آیا تو جبریلؑ ایک خچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں فرمایا ہاں جبریل امین نے کہا کہ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ ہنوز واپس ہوئے، اللہ تعالی نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف روانگی کا حکم فرمایا ہے اور مزید فرمایا کہ میں خود بھی جا رہا ہوں اور جا کر ان کو متزلزل کرتا ہوں۔

قصہ طویل ہے مختصراً یہ ہے کہ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اسلام کا جھنڈا دیکر روانہ فرمایا جب حضرت علیؓ وہاں پہنچے تو یہود نے آنحضرت ﷺ کو اور آپ کی ازواج کو گالیاں دیں[1] جو بجائے خود ایک مستقل نہایت سنگین جرم تھا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ بنفس نفیس بذات شریف روانہ ہوئے اور پہنچ کر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا پچیس روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا بالآخر مجبور ہو کر بنی قریظہ اس پر آمادہ ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ ہمیں منظور ہے۔

جس طرح قبیلہ خزرج اور بنو نضیر (قبیلۂ یہود) میں حلیفانہ تعلقات تھے اسی طرح قبیلہ اوس اور بنو قریظہ میں بھی حلیفانہ تعلقات اور دوستانہ روابط تھے اس لئے

---

[1] جیسا کہ آج کل جب طلبہ ومدرسین کا کوئی ٹولہ بغاوت اور شرارت پر اترتا ہے تو ہزاروں احسانات کو بالائے طاق رکھ کر منتظمین چاہے انمیں انکے بڑے اور اساتذہ ہی کیوں نہ ہوں اور انکی اولاد اور گھر والوں کو ایسی بیہودہ گالیاں دیتا ہے اور دلواتا ہے جو اس زمانہ میں یہود نے بھی نہیں دی ہونگی جیسا کہ اسکا بارہا تجربہ ہوا ہے، جن پر اسلامی قانون میں حد قذف واجب ہو جاتی ہے اور وہ مردود الشہادہ بھی ہو جاتے ہیں۔

قبیلہ اوس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ قبیلۂ خزرج کے التماس پر حضور ﷺ نے بنونضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمادیا تھا وہی معاملہ ہماری استدعاء پر بنوقریظہ کے ساتھ فرمادیا جائے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا فیصلہ تمہی میں کا ایک شخص کردے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کردیں وہ ہمیں منظور ہے، سعد بن معاذؓ جب غزوۂ خندق میں زخمی ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوادیا تھا کہ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں ان کے بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا وہ دراز گوش پر سوار ہوکر تشریف لائے جب آپ کے قریب پہنچے تو فرمایا قوموا الی سیدکم اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو (سیرۃ مصطفےٰ)۔

اس حدیث شریف میں قیام کا حکم لوگوں کو کیوں دیا گیا ہے؟ اس میں دو قسم کے خیالات پیدا ہوگئے (۱) چونکہ حضرت سعد زخمی تھے اس لئے ان کی اعانت کی وجہ سے قیام کا امر فرمایا، یہ شیخ ابوعبداللہ بن امیر الحاج کی رائے ہے انہوں نے فرمایا اگر حضرت سعد بن معاذؓ کی تعظیم وتوقیر کے واسطے قیام کروانا مقصود ہوتا تو حضرات انصار کو بطور خاص حکم نہ فرماکر عام حکم فرماتے کیوں کہ افعال حسنہ میں اصل تعمیم ہے بلکہ خود بھی اس کو ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتے مگر چونکہ عرب لوگوں کا دستور تھا کہ ہر قبیلہ اپنے بڑے شخص کا اکرام کیا کرتا تھا اس واسطے خاص کر انصاری صحابہ کرامؓ کو حکم فرمایا نہ کہ مہاجرین کو، انہوں نے اس پر زور دیا ہے کہ یہ محض اعانت کے لئے تھا نہ کہ تعظیم وتوقیر کے واسطے۔

(۲) امام محی السنۃ شارح مسلم علامہ نوویؒ نے کتاب القیام میں اس سے

قیام الرجل عند قدوم الرجل اکراماً پر استدلال کیا ہے اور فرمایا کہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤد وغیرہم محدثین کبار نے اسی پر استدلال کیا ہے، اور بندہ راقم السطور کے نزدیک دونوں چیزیں اعانت، تعظیم وتوقیر مجتمع ہوسکتی ہیں دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ بلند مرتبہ شخص کی کہ جس کو سیادت دینی ودنیوی حاصل ہو اس کی اعانت کرنا تعظیم وتوقیر کرنا ہر شخص اپنی سعادت وخوش بختی تصور کرتا ہے اس کے لئے قیام کیوں نہ کرے گا، رہا علامہ ابن الحاج کا کہنا کہ بطور خاص انصار کو حکم دیا گیا یہ بھی ایک احتمال پر ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ سب کو حکم دیا گیا ہو کذا فی ارشاد الساری المعروف بقسطلانی قال صلی اللہ علیہ وسلم للانصار خاصۃ اولجمیع من حضر من المھاجرین معھم اس پر بعض علماء مثلاً علامہ فضل اللہ تورپشتی شارح مشکوۃ وغیرہ نے فرمایا کہ اگر حکم قیام برائے تعظیم ہوتا تو فرماتے قوموا لسیدکم حالانکہ الی سیدکم مروی ہے اس میں الی اور لام کا فرق کرتے ہیں، مگر علامہ حسن بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ شارح مشکوۃ واستاذ صاحب مشکوۃؒ نے اس پر ان کا تعاقب کیا ہے اور تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لفظ الی زائد ومقحم ہے گویا فرمارہے ہیں کہ ان کے استقبال واکرام کے لئے چلو اور قیام کرو ھکذا قال الحافظ العلامۃ ابن الحجر العسقلانیؒ فی شرح البخاری ص۵۲/ج۱۱/ مانصّہٗ وما اعتل بہ من الفرق بین الی واللام ضعیف لان الی فی ھذا المقام اقحم من اللام کانہ قیل قوموا وامشوا الیہ تلقیا واکراماً پھر یہاں لفظ سید پر امر قیام کا ترتب ہورہا

ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ سیادت علت قیام قرار دی جائے یعنی ان کو تمہاری نسبت مقام سیادت حاصل ہے اور اب وہ حَکَم عالی مقام بن کر آ رہے ہیں اس واسطے تم ان کی طرف جاؤ ان کا استقبال کرو اکرام کرو اعانت کی ضرورت پیش آئے تو اعانت بھی کرو۔

قال بدر المحدثین الشیخ الامام العلامة بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی فی شرح البخاری /ص ۲۵۳/ج ۲۱ وھذا ماخوذ من ترتب الحکم علی الوصف المناسب المشعر بالعلیة فان قوله سید کم علة للقیام وذلك لکونه شریفا اعلی القدر وکذا قال من رایه کالنقش علی الحجر (لذا سمی بابن الحجر) فی فتح الباری /ص ۵۲/ج ۱۱/ وکذا فی ارشاد الساری /ص ۱۵۲/ج ۹/ قوموا الی سید کم، توقیراً واکراماً الخ۔

دلیل سوم: واحتج النوویؒ بقیام النبی ﷺ لما قدم جعفر اوبفتح خیبر من الحبشة فقال ماادری بایهما انا اسر بقدوم جعفر (فتح الباری /ص ۵۲/ج ۱۱) مختصراً واقعہ یہ ہے کہ محرم الحرام ۷ھ میں آنحضرت ﷺ جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو واپسی پر سورۂ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالی نے مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب بیعۃ الرضوان سے خصوصاً وعدہ فرمایا کہ بہت سی فتوحات اور غنیمتیں تم کو ملیں گی، چنانچہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے اور ذی الحجہ اور اوائل محرم

میں وہیں مقیم رہے، اسی اثناء میں آپ کو حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کریں جہاں غدار یہود آباد تھے (جنہوں نے جنگ احزاب میں کفار مکہ کے ساتھ ملکر متحدانہ طور پر حضور پاک ﷺ کے خلاف حصہ لیا تھا اور مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کی پوری کوشش کی تھی) مدینہ طیبہ میں کچھ قیام فرمانے کے بعد اخیر ماہ محرم الحرام ۷ھ میں چودہ سو پیادوں اور دوسو سواروں کے ساتھ خیبر کی طرف تشریف لے چلے درمیان میں قلعۂ ناعم، قلعۂ قموص، قلعۂ صعب بن معاذ، حصن قُلہ وطیح، سلالم فدک وغیرہ فتح کئے نیز آپ کو زہر دینے کا واقعہ بھی پیش آیا اس میں مخابرہ بھی ہوا اور بہت سے احکامات ومسائل مثلاً اشہر حرم میں قتال، حرمت متعہ وغیرہ اس میں طے ہوئے، جو مہاجرین مکہ سے حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے، جب ان کو علم ہوا کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اکثر حبشہ سے مدینہ منورہ چلے آئے، عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت پہنچے جب آپ بدر کی تیاری فرما رہے تھے، حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھی جو چند آدمی وہاں رہ گئے تھے وہ اس روز پہنچے جس روز خیبر فتح ہوا، آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر کی خاطر قیام فرمایا ان کو گلے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور بعد ازاں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آج مجھ کو فتح خیبر کی مسرت زیادہ ہے یا جعفر کے آنے کی رواہ البیھقی عن جابرؓ برائے تفصیل واقعہ دیکھئے (سیرۃ المصطفیٰ /از ص ۱۰۶/ تا ۱۳۷/ ج ۲)۔

دلیل چہارم: وبحدیث عائشةؓ قدم زید بن الحارثة المدینة والنبی ﷺ فی بیتی فقرع الباب فقام الیه فاعتنقه وقبّلهٗ (فتح الباری /ص ۴۲/ ج ۱۱)

اس میں یہ مذکور ہے کہ جب حضرت زید بن الحارثہ متبنّیٰ رسول اللہ ﷺ مدینہ

تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ کو چونکہ ان سے غایت درجہ محبت تھی محبوب رسول کہے جاتے تھے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا اور معانقہ کیا اور ان کو از راہ محبت وشفقت بوسہ دیا۔

دلیل پنجم: واحتج النوویؒ ایضاً بقیام المغیرۃ بن شعبۃ علی رأس النبی ﷺ بالسیف امام نوویؒ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے نبی اقدس ﷺ کے (بالکل قریب) تلوار لئے کھڑے رہنے سے بھی استدلال کیا ہے یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے وہ حضور اقدس ﷺ کی حفاظت کررہے تھے تاکہ دشمنوں کی جانب سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے اگرچہ یہ مقام برائے حفاظت تھا۔

دلیل ششم: واحتج النوویؒ بعمومات تنزیل الناس منازلهم واکرام ذی الشیبة وتوقیر الکبیر (فتح الباری رص۵۲ رج۱۱)۔

امام نوویؒ نے ان روایات سے بھی استدلال کیا ہے جن میں لوگوں کو اپنے درجات پر اتارنے اور ان کے ساتھ ان کے مراتب کے مطابق معاملہ کرنے کے بارے میں ہدایات مذکور ہیں اور بوڑھے سفید ریش شخص کا اکرام مذکور ہے اور بڑے کی توقیر کا حکم صادر فرمایا گیا ہے، چنانچہ بوڑھے شخص کی تعظیم واکرام کی فضیلت بھی مذکور ہے کہ جس شخص نے کسی بوڑھے مسلمان کی توقیر کی محض اس کی پیری وبزرگی کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ اس کے بوڑھاپے کے وقت ایسے افراد متعین فرمادے گا جو اس کا اکرام کریں گے، قال رسول الله ﷺ ما اکرم شاب شیخاً من اجل

سنه الا قیض الله له عند سنه من یکرمهٗ /مشکوۃ شریف /ص۴۲۳/ج۲ وقال علیه السلام انزلوا الناس منازلهم ای اکرموا کل شخصٍ علی حسب فضله وشرفه ولا تسوا بین الوضیع والشریف والخادم والمخدوم من غیر تحقیر الفقراء الخ (رمشکوۃ رص۴۲۳ رج۲ رمشکوۃ رص۴۲۴)۔

نیز حدیث مشہور ہے لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا (مشکوۃ رص۴۲۳ رج۲)۔

دلیل ہفتم: روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ میں جب بھی رحمت عالم ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے دیکھ کر جنبش فرمائی اور قیام فرمایا یہ سب عمل دلداری اور اکرام کیلئے تھا۔

دلیل ہشتم: عکرمہ بن جہل جب مسلمان بن کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی خاطر قیام فرمایا اور ان کو مرحباً (خوش آمدید) کہکر ان کی ترحیب کی، چنانچہ محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات رص۲۳ رج۴ رمیں علامۂ زمانہ سیوطیؒ کی جمع الجوامع سے مصعب بن عبداللہ سے نقل فرمایا ہے کہ جب عکرمہ آئے جو اپنے والد ابوجہل کی طرح شدید العداوت تھے تو آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا چونکہ یہ رؤسائے قوم میں سے تھے اس طرح ان کی تالیفِ قلب فرمائی اور ان کے انقباض باطنی کو ختم فرمایا جس کی وجہ سے ان کی حالت سابقہ بھی منقلب ہوگئی اور ان کا اسلام اچھا مانا گیا۔

ایسے ہی عدی بن حاتم مشہور حاتم طائی سخی کے بیٹے تھے انکی خاطر قیام فرمایا، ان دونوں روایتوں (حدیث عدی وعکرمہ) کے متعلق شیخ عبدالحقؒ نے اشعۃ اللمعات میں یہ فرمایا کہ قابل احتجاج نہیں ہیں کیونکہ سند ضعیف ہے۔

چنانچہ امام ترمذیؒ نے ص ۹۸/ج ۲/میں باب ماجاء فی مرحبا کے تحت حدیث عکرمہ پر جرح کی ہے کہ اس میں ایک راوی موسیٰ بن مسعود ہیں جو سفیان سے روایت میں متفرد ہیں اور خود بھی ضعیف ہیں کما قال محمد بن بشارؒ (استاذ امام بخاریؒ) مگر یہ صحیح ہے کہ ان میں بعض روایات پر کلام کیا گیا ہے مگر دوسری طرف جو روایات ہیں ان پر بھی کلام موجود ہے اور چونکہ اس میں علماء کے دو گروہ ہیں اس واسطے دلائل فریقین اشکالات سے پر ہیں اور ان کے جوابات بھی ساتھ ساتھ مذکور ہیں۔

چنانچہ امام نوویؒ کے جملہ استدلالات پر علامہ ابن الحاج نے اعتراض کئے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ جوابات بھی دئے گئے ہیں، ایسے ہی دوسرے فریق کا حال ہے، اختصار کیوجہ سے اس کلام کو ترک کردیا گیا (فتح الباری ص۵۲/ج۱۱/)۔

دلیل نہم: واحتج النوویؒ بحدیث عائشۃ المتقدم فی حق فاطمۃؓ وکذا احتج بہ ابن بطالؒ للجواز بما اخرجہ النسائی من طریق عائشۃ بنت طلحۃ عن عائشۃؓ کان النبی ﷺ اذا رأی فاطمۃ ابنتہ رحب بھا ثم قام فقبلھا ثم اخذ بیدھا حتی یجلسھا فی

مکانہ وقلت حدیث عائشۃ اخرجہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وصححہ ابن حبان والحاکم (فتح الباری ص۵۰/ج۱۱/)۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت فاطمہ صاحبزادی محترمہ کو دیکھتے تو کھڑے ہوتے بوسہ دیتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے اور اس حدیث کی امام ترمذیؒ وغیرہ نے تحسین کی ہے، علامہ ابن حبان محدث کبیر وحاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اگرچہ اس پر بعض علماء نے یہ فرمایا کہ یہ قیام برائے تعظیم واجلال نہ تھا بلکہ برائے محبت واقبال تھا مگر اس سے قیام پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ قیام کے اسباب میں سے محبت، توجہ اور اقبال بھی اور اسباب قیام کی طرح ایک سبب اور بھی ہے یہاں پر رک کر مختصراً اسباب قیام بھی سنتے چلئے!۔

اسبابِ قیام:

(۱) کسی شخص کو کوئی نعمت وفضیلت حاصل ہوئی ہو تو دوست واحباب اس کو آتا دیکھکر اس کے لئے ترحیباً قیام کریں، جس سے کامل طور پر اس پر خوشی کا اظہار ہوجائے۔

(۲) جب کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو اس کو آتا دیکھ کر قیام کیا جائے اور اس کی تعزیت کی جائے تاکہ مکمل طور پر اس کے غم میں شرکت ہو اور پورے طور پر تعزیت ہوجائے۔

(۳) کوئی شخص سفر سے آئے تو اس کی مبارک بادی دینے کے واسطے اس کو آتا دیکھ کر قیام کیا جائے تاکہ مکمل اس کے ساتھ اظہار مسرت ہوجائے یہ نہ صرف

جائز بلکہ مستحسن ہے، چنانچہ بدرالمحدثین علامہ عینیؒ نے فرمایا الرابع مندوبٌ وھو ان یقوم لمن قدم من سفر فرحاً بقدومہ لیسلم علیہ أو إلیٰ من تجددت لہ النعمۃ فیھنئہ بحصولھا اومصیبۃ فیعزیہ بسببھا (عمدہ شرح بخاری ص۲۵۲ج ۱۱)۔

(۴) محض کبیر السن ہونے کے سبب کسی کا اکرام کرنا اور اس کے لئے قیام کرنا چنانچہ حدیث شریف میں ہے انّ من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم (مشکوۃ ص۴۲۳ج ۲)۔

اس کی فضیلت پر ایک حدیث بھی گذر چکی ہے۔

(۵) علم و بزرگی کی وجہ سے کسی کے لئے قیام برائے اکرام کرنا۔

(۶) صاحب سلطنت واقتدار ہونے کی وجہ سے قیام برائے اکرام کرنا۔

(۷) کوئی صاحب ریاست ہو اس کی وجہ سے قیام برائے اکرام کرنا ان کی تصریحات فتح الباری کی عبارت میں گذر چکی ہے جس میں ہے وفیہ ان قیام المرؤس فلرئیس الفاضل والامام العادل والمتعلم للعالم الخ۔

(۸) غنی ہونے کی وجہ سے کسی کا اکرام کرنے کے لئے قیام کرنا۔

چنانچہ عمدۃ المتاخرین، امام المحققین، الشیخ، الفقیہ محمد بن عابدین الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحکم ابوالقاسمؒ کے بارے میں منقول ہے کہ جب کوئی غنی ان کے پاس آتا تو اس کا اکرام کرنے کے لئے قیام کرتے، فقراء طلبہ جیسے لوگوں کے لئے کھڑے نہ ہوتے تھے، اس کی وجہ لوگوں نے معلوم کی تو فرمایا کہ غنی مجھ سے اکرام

وتوقیر کی توقع رکھتا ہے اس لئے اگر میں ترک کردوں گا تو اس کے دین کا نقصان ہے بخلاف طلبہ وفقراء کے کہ وہ اپنے لوگ ہیں اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ وہ اس کی توقع نہیں رکھتے اور نہ ان کے لئے اس کی ضرورت ہے عبارت ان کی یہ ہے:

قلت ویؤیدہ مافی العنایۃ وغیرھا عن الشیخ ابی الحکم القاسم کان اذا دخل علیہ غنی یقوم لہٗ ویعظمہ ولا یقوم للفقراء وطلبۃ العلم فقیل لہ فی ذلک فقال الغنی یتوقع منی التعظیم فلو ترکتہ لتضرر (ردالمحتار ص۳۸۴ج ۶)۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عکرمہ کے لئے نبی کریم ﷺ کا کھڑا ہونا مذکور ہوا ہے، یہاں پر کسی کو شبہ نہ ہو کہ مالداری کی وجہ سے تعظیم تو ممنوع ہے اور اس واقعہ مذکورہ میں یہ مذکور ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس کا احترام واکرام ممنوع نہیں البتہ محض اس وجہ سے اس کی دلی تعظیم وتوقیر منع ہے، اس طرح دونوں میں فرق ہوجائے گا، اس پر بطور لطیفہ ایک واقعہ سنئے، کہ حضرت قطب الاقطاب شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے یہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ وغیرہ علماء صلحاء موجود تھے کہ ان کی مجلس میں رئیس بہٹ نذر حسین صاحب آگئے ان کو دیکھ کر حضرت رائپوریؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے قیام فرمایا اور مصافحہ کیا مگر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نہ کھڑے ہوئے نہ معانقہ کیا جب وہ چلے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے نہ قیام کیا نہ مصافحہ کہ بیہقی کی روایت ہے من تواضع لغنی ذھب ثلثا

دینہ اس پر شیخ نے فرمایا کہ میں بتلاؤں گا مگر حضرت پوری تنفید فرمادیں یہ نہیں کہ حضرت ٹھیک ہے ٹھیک ہے، اس پر حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ اگر ٹھیک ہے تو کیا کہا جائے گا ؟ فرمایا یہی کہا جائے گا کہ دل سے عظمت مراد ہے وہ منع ہے اور اکرام وتوقیر ظاہری منع نہیں جیسا کہ لفظ تواضع دلیل ہے کہ اس کا تعلق قلب سے ہے اور اکرام کا ظاہر سے [1] امام غزالیؒ سے بھی فتح الباری میں یہی مذکور ہے، حدیث من تواضع شرح فقہ میں بھی مذکور ہے (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۹)۔

اس کے بعد اور حضرات علماء فقہاء کی تصریحات مسئلہ مذکورہ سے متعلق پڑھتے چلئے!

فقہ وفتویٰ کی مشہور ومعتمد ترین کتاب ردالمحتار المعروف بالشامی ص ۳۸۴ ج ۶ میں ہے بعد قولہ وفی الوھبانیہ یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم اذا کان یستحق التعظیم ونقل عن القنیة، قیام الجالس لمن دخل فی المسجد تعظیماً الی ان قال لایکرہ اذا کان ممن یستحق التعظیم وفیه نقلا عن مشکل الاٰثار القیام لغیرہ لیس بمکروہ لعینه ان المکروہ محبة القیام لمن یقال لهٗ۔

وقال ابن وهبان اقول وفی عصرنا ینبغی ان یستحب القیام لما یورث ترکه من الحقد والبغضاء والعداوة لاسیما اذا کان فی مکان اعتید فیه القیام الخ۔

اس مذکورہ طویل عبارت میں علامہ نے مختلف کتابوں، مشکل الآثار قنیہ وہانیہ

[1] یہ قصہ میں نے اپنے بزرگ استاذ جامع العلم والعمل حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے سنکر لکھا ہے وہ اس واقعہ میں شریک تھے۔

وغیرہ سے تصریحات جواز بلکہ ندب واستحباب نقل فرمادی ہیں، بلکہ ابن وہبان نے یہاں تک فرمایا کہ ہمارے دور میں خاص کر جب اس کے ترک کی وجہ سے حسد وکینہ، بغض وعداوت پیدا ہوجاتی ہے مستحب ہونا چاہئے خاص کر جہاں اس کی عادت ورواج ہو اور جہاں عادت وعرف نہ ہو وہاں کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ معاشرانہ بے تکلفی اچھی چیز ہے۔

نیز علامہ طیبیؒ نے امام نوویؒ سے نقل کیا ہے کہ ایں قیام مر اہل فضل را در وقت قدوم آوردن ایشاں مستحب است، واجماع کردہ اند جماہیر علماء بایں حدیث برا کرام اہل فضل از علم وصلاح باشرف قیام کذافی اشعۃ اللمعات ص ۲۸ ج ۴ تحت باب القیام اور بھی فقہاءؒ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، مزید توضیح کے لئے دو فتوے پڑھئے! ایک حضرت علامہ ابوالحسنات الشیخ مولانا عبدالحی المتوفی ۱۳۰۴ھ کا اور دوسرا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی التھانوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۶۲ھ کا پہلا مکمل سوال وجواب کیساتھ بحسنہٖ درج کیا جاتا ہے۔

اکابر کے فتاویٰ:

استفتاء ! کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید عالم دین خالد عالم دین کی محفل میں آیا خالد اور جملہ حاضرین نے واسطے تعظیم زید کے قیام کیا اور وقت رخصت کے بھی قیام کیا ایسا قیام شرعاً درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کس دلیل سے درست ہے؟ (فتویٰ مولانا عبدالحیؒ)۔

جواب: ہو المصوب، قیام واسطے تعظیم علماء اور رئیس قوم اور سادات کے درست ہے، بدلیل اس کے کہ روایت کیا بخاری ومسلم نے ابوسعید خدریؓ سے ان ناساً نزلوا علی حکم سعد بن معاذؓ فارسل الیه فجاء علی حمارا فلما بلغ قریباً من المسجد قال قوموا الی سید کم اوخیارکم الحدیث۔

اسی واسطے امام غزالیؒ احیاء العلوم کی کتاب آداب السماع میں لکھتے ہیں

القیام عند دخول الداخل لم یکن من عادة العرب بل کان الصحابة لایقومون لرسول الله ﷺ فی بعض الاحوال کما رواه انسؓ ولم یثبت فیه النهی العام ولا نری به بأساً فی البلاد التی جرت العادة فیها باکرام لداخل بالقیام فان المقصود منه الاحترام والاکرام وتطییب القلب به وکذلك سائر انواع المساعدات اذاقصد بها تطییب القلب واصطلح علیها جماعة فلا بأس بمساعدتهم علیها بل الاحسن المساعدة الافی ماورد فیه نهی لایقبل التاویل انتهی۔

آرے قیام سے محبت رکھنا اور اس امر کو چاہنا کہ لوگ ہماری تعظیم کے واسطے کھڑے ہوجائیں البتہ مکروہ ہے بدلیل اس کے روایت کی ابوداؤد نے اور ترمذی نے حضرت معاویہؓ سے قال قال رسول الله ﷺ من احب ان یتمثل

21

له الرجال قیاماً فلیتبوأ مقعده من النار۔

امام نووی رسالہ قیام میں تحریر کرتے ہیں:

معناه الصریح الظاهر الزجر والوعد الشدید للانسان ان یحب قیام الناس له ولیس فیه تعریض للقیام نهی ولا یکره انتهی۔

اور قنیہ میں مشکل الآثار سے منقول ہے:

القیام لیس بمکروه لعینه ان المکروه محبة القیام من الذی یقام له فان لم یحب القیام قاموا لایکر لهم انتهی۔

اگر کسی شخص کو شک ہو کہ ابوداؤد وابن ماجہ نے ابوامامہ باہلی سے روایت نقل کی ہے: قال خرج علینا رسول الله ﷺ متکئاً علی عصا فقمنا له فقال لاتقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضها بعضاً پس اس سے معلوم ہوا کہ قیام تعظیماً ممنوع ہے تو اس کو یوں رفع کرے کہ اس حدیث میں مطلق قیام کی نہی نہیں ہے بلکہ اس قیام سے کہ عجم کیا کرتے تھے اور ان کا قیام بطور التزام کے تھا یعنی وہ لوگ قیام تعظیمی کو ضروری سمجھتے تھے اور محبت رکھتے تھے، پس آنحضرت ﷺ نے ایسے قیام سے منع فرمایا ہے کہ بالتزام ومحبت قیام ہونہ مطلق قیام سے کیونکہ بیہقیؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے: قال کان رسول الله ﷺ یجلس معنا یحدثنا فاذا قام قمنا حتی نراه قد دخل بعض بیوت ازواجه۔

پس اگر مطلقاً قیام تعظیماً ممنوع ہوتا صحابہ ہرگز بوقت برخاست قیام نہ کرتے علاوہ یہ ہے کہ قیام عجم کا بطور تعظیم کے ہوتا تھا جیسا کہ ان سلاطین کے واسطے سجدہ

تعظیماً مروج تھا پس آنحضرت ﷺ نے ایسے قیام تعظیمی سے منع کیا، خلاصہ قال النووی القیام للقادم من اهل الفضل مستحب۔

زیادہ بریں ایں است کہ قیام خود آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی: قالت ما رأیت احدا یشبه سمتاً ولا هدیاً برسول الله من فاطمة فی قیامها وقعودها وکانت اذا دخلت علیه قام الیها فقبلها واجلسها فی مجلسه الحدیث۔

الحاصل قیام کی محبت رکھنا یا اس کا التزام کرنا جیسا کہ امور ضروریہ کا لتزام ہوتا ہے یا بطور تعظیم عجم کے قیام کرنا شرعاً ممنوع ہے، لیکن قیام واسطے اکرام کے آنے والے کے قطعاً ممنوع نہیں ہے اور اس کی نہی میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے بلکہ احادیث اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں وهذا هو مذهب العلماء المحققین ومسلك الفقهاء والمحدثین والله اعلم۔

(حررہ محمد عبدالحی عفا الله عنه القوی از ص ۱۸ تا ۱۹/ ج ۲)

دوسرا فتویٰ از حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ:

سوال: بادشاہ، حاکم، پیر، استاذ، امیر المؤمنین، امیر الکافرین آقا، علماء، صلحاء، حفاظ، سادات جبکہ وہ کسی مسلمان کے پاس آئیں تو ان کی کھڑے ہو کر تعظیم کی جائے یا بیٹھے بیٹھے اور خود بدولت جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنی تعظیم سے کیوں باز رکھا اور حضور ﷺ نے ایستادہ ہو کر کسی شخص کی تکریم خود بھی فرمائی ہے یا نہیں بحوالہ کتاب وسنت وبہ تصریح جواز وعدم جواز واباحت وکراہت بیان فرمائیے بیّنوا توجروا۔

الجواب:

(۱) الحدیث الاول عن ابی سعید الخدریؓ فی حدیث مجئی سعد بن معاذؓ قال فلما دنا من المسجد قال رسول الله ﷺ للانصار قوموا الی سیدکم متفق علیه کذا فی المشکوٰۃ قال فی المرقاۃ قیل ای لتعظیمه ویستدل به علی عدم کراهیته فیکون الامر للاباحة اولبیان الجواز وقیل قوموا للاعانة فی النزول الی ان قال وما ذکر فی قیامه ﷺ لعکرمة بن ابی الجهل عند قدومه علیه فالوجه ان یحمل علی الترخیص حیث یقتضیه ومحال وقد کان عکرمه من روساء قریش وعدی کان سید بنی طیٔ فرای تالیفهما بذلك علی الاسلام اوعرف من جانبهما تطلعاً علیه بحسب مایقتضیه حب الریاسة مختصراً الحدیث الثانی عن عائشةؓ قالت اذا دخلت فاطمة قام الیها وکان اذا دخل ﷺ علیها قامت الیها (رواہ ابوداؤد)۔

الروایة الاولی فی الدر المختار:

یندب القیام تعظیماً للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم فی رد المحتار قال ابن وهبان وفی عصرنا ینبغی ان یستحب ذلك ای القیام لما یورث ترکه من الحقد والبغضاء

والعداوة لاسيما اذا كان مكان اعتيد فيه القيام وما ورد من التوعد عليه فى حق من يحب القيام بين يديه كما يفعله الترك والاعاجم قلت يويده مافى العناية وغيرها عن الشيخ عبدالحكيم ابى القاسم كان اذا دخل عليه غنى يقوم له ويعظمه ولا يقوم الفقراء وطلبة العلم فقيل له فى ذلك فقال الغنى يتوقع فى التعظيم فلو تركته لتضرر انما يطمعون جواب السلام والكلام معهم فى العلم۔

الروایۃ الثانیۃفی الدرالمختار:

ولو سلم على الذمى تبجيلاً يكفر وفى ردالمختار قال فى المنح قيدبه لانه لولم يكن كذلك بل كان لغرض من الاغراض الصحيحة فلا بأس به ولا يكفر۔

ان احادیث اوران کی شرح اوران روایات فقہیہ سے چندامور مستفاد ہوئے۔

امراول:یہ کہ قیام کی چند قسمیں ہیں ایک محبت کہ وہ ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس سے محبت کرنا جائز ہے چنانچہ حدیث ثانی میں اس کا ذکر ہے،دوسری قسم قیام تعظیمی ہے،اس میں اگر تعظیم دل سے ہےتو وہ شخص اس تعظیم کے قابل ہونا چاہیئے ورنہ اگر تعظیم کے قابل نہیں مثلاً کافر ہےتو اس قسم کی اجازت نہ ہوگی چنانچہ روایت ثانیہ اس پر دال ہے۔

اوراگر تعظیم صرف ظاہر میں ہےاور کسی مصلحت سے ہے مثلاً یہ خیال ہے کہ اگر

تعظیم نہ کریں گےتو یہ شخص دشمن ہوجائے گا یا یہ کہ خوداس کی دل شکنی ہوگی یا اس شخص کے ہدایت پر آنے کی امید ہے یا کہ وہ شخص اس کا محکوم ونوکر ہے یا ایسی ہی کوئی اور مصلحت ہےتو جائز ہے چنانچہ حدیث اول کی شرح اور روایت اولی اس پر شاہد ہے، اوراگر نہ وہ قابل تعظیم ہے نہ کوئی مصلحت وضرورت ہےتو ممنوع ہے۔

امردوم: یہ کہ رسول اللہ ﷺ نےعکرمہ بن ابی جہل کے لئے جوقریش کے رئیس تھے اورعدی بن حاتم کے لئے جو بنی طے کے رئیس تھے بمصلحت ان کی تالیف قلب کہ وہ مسلمان ہوجائیں یا اس وجہ سے کہ آپ نے آثار سے ان کواس کا متوقع پایا قیام فرمایا ہے چنانچہ وہ دونوں صاحب مشرف باسلام بھی ہوگئے۔

امرسوم: یہ کہ ممانعت جوحدیث میں آئی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ ایک شخص بیٹھا رہےاور سب کھڑے رہیں اعاجم میں یہی عادت ہے یہ ممنوع اور حرام ہے۔

اس تفصیل کے بعد استفتاء سب اجزاء کا جواب واضح ہوگیا صرف ایک جزء باقی رہ گیا وہ یہ کہ حضور پاک ﷺ نے اپنے لئے کیوں نہیں پسند فرمایا، اس کی وجہ تواضع اور سادگی اور بےتکلفی ہے چنانچہ مرقاۃ میں مصرح ہے۔

السوال: میں یہ امر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہاء نے جو قادم کیلئے قیام اکرام کو جائز یا مستحب فرمایا تو اس پر کیا دلیل بیان کی ہے، مشکوٰۃ شریف میں باب القیام اور پھر اس کی شرح مشکوٰۃ سے مسئلہ میں جواز کی کوئی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، امام نوویؒ نے تو استحباب قیام پر قوموا الی سیدکم سے استدلال کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ملاعلی قاریؒ نے معقول دلائل سے رد بھی کر دیا، اور اگر یہی دلیل ہمارے فقہاء

نے بھی بیان کی ہے تو پھر یہ تبرک محض ہی ہے جن عبادات کو حق تعالی نے اپنی ذات مقدس کے لئے مخصوص فرمایا وہ کسی اور کے لئے کیوں کر درست ہوسکتی ہیں۔

قوموا اللہ قانتین: جیسا کہ سجدہ و رکوع جزء نماز ہونے کی وجہ سے کسی اور کے لئے حرام ہے ایسا ہی قیام میں ہونا چاہئے، چنانچہ جھک کر سلام کرنے کو بھی جہاں تک میرا خیال ہے تشبہ بالرکوع کی وجہ سے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے مجھے اس امر کی تحقیق کی ضرورت مسئلہ قیام میلاد مروجہ کے لئے ہے میں اب تک شرح صدر کے ساتھ قیام اکرام دلائل مذکورہ کی بنا پر درست نہیں سمجھتا۔

الجواب: اس وقت میرے سامنے نہ کتابیں ہیں نہ فرصت ہے جو ذہن میں ہے اس کی بنا پر جواب لکھتا ہوں۔

قیام للقادم کے جواز پر استدلال اس حدیث قوموا الی سیدکم پر موقوف نہیں ہے حضور اقدس ﷺ کا حضرت فاطمہؓ کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا بھی استدلال کے لئے کافی ہے اگر کہا جائے کہ وہ قیام للمحبت تھا تو جواب یہ ہے کہ محبت و اکرام میں کوئی وجہ فرق نہیں محبت جیسے امر مباح ہے اسی طرح اکرام بھی۔

چنانچہ: اذا جاء کریم قوم فاکرموہ میں اکرام کی اباحت ہے فلیکرم الضیف اکرام کی اباحت بلکہ تاکید ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیام للامر المباح جائز ہے۔

خود ملا علی قاریؒ نے حدیث من سرہٗ ان یتمثل لہ الرجال پر قیام للخدمۃ کے جواز کی تصریح کی ہے اور اگر کہا جائے کہ خدمت موقوف ہے

قیام پر تو جواب یہ ہے کہ بعض اقوام میں اکرام موقوف ہے قیام پر، اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ قوموا الی سیدکم سے بھی اگر استدلال کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے چنانچہ بعض علماء نے کیا ہی ہے، رہا ملا علی قاریؒ کا شبہ تو ایسے شبہات تو تمام استدلالات میں ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ مسائل اختلافیہ کے دلائل میں معلوم ہے کہ اصل مدار استدلال کا مستدل کا ذوق ہے دوسرے کا ذوق اس پر حجت نہیں، اور اگر قوموا اللہ قانتین اس قیام کو بھی شامل ہے تو خود صاحب مرقاۃ نے عکرمہ اور عدی کے لئے حضور ﷺ کے قیام کا محمل تالیف علی الاسلام یا اقتضاء حال لحب الریاست کو قرار دیا ہے، کیا اس استثناء کی کوئی دلیل ہے اور اگر قواعد عامہ دلیل استثناء ہیں تو یہاں بھی جواز محبت یا اکرام دلیل استثناء ہیں۔

رہا رکوع وسجدہ کا تحیہ کے لئے بھی حرام ہونا یہ نص کے سبب سے ہے آپ سے سوال کیا گیا کیا ہم ایک دوسرے کے لئے انحنا کریں یعنی تعظیم کے طور پر اپنے بڑوں کے سامنے جھکیں جیسا کہ بعض قبائل میں دستور ہے اس کو منع فرمایا اینحنی بعضنا لبعض آپ نے فرمایا لا اور آپ سے خود آپ کو سجدہ کرنے کے لئے پوچھا آپ نے منع فرمایا، دوسرے رکوع وسجود اور کسی غرض کے لئے نہیں رکھے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ رکوع وسجود میں معنی عبادت کے زیادہ ہیں ان کے ساتھ تشبہ بھی ناجائز ہوا، بخلاف قیام کے کہ خدمت یا تالیف علی الاسلام کے لئے خود باقرار ملا علی قاریؒ مباح ہے جیسا کہ بہت سے واقعات میں صحابہ کا حضور ﷺ کے سامنے جاثی علی الرکب ہونا وارد ہوا ہے حالانکہ یہ تشہد کی صورت ہے، البتہ اگر اس میں نہی ہوتی

تو تعارض مبیح ومحرم میں محرم کو ترجیح ہوتی سو نہی ہے نہیں ۔

قوموا اللہ قانتین (عابدین) میں اس کا منہی عنہ نہ ہونا تو معلوم ہو چکا، رہا حضور اقدس ﷺ کا اپنے لئے ناپسند فرمانا تو یہ کراہت طبعی ہے نہ کہ شرعی کراہت، جیسا کہ حضور ﷺ سب سے آگے چلنا پسند نہ فرماتے تھے حالانکہ اس کو کسی نے منہی عنہ نہیں کہا، اسی طرح لاتقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضها بعضاً میں وہ قیام مراد ہے کہ معظم تو بیٹھا رہے اور سب کھڑے رہیں چنانچہ عجم کی یہ عادت تاریخ سے معلوم ہے۔

چنانچہ دوسری حدیث یتمثل لہ الرجال اس کا قرینہ ہے، رہا اہل مولد کا استدلال دلائل جواز قیام للقادم سے محض لچر ہے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

مولانا گنگوہی ؒ کا فتویٰ

مولانا گنگوہی ؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا، تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے (فتاوی رشیدیہ ص۵۵۹)۔

مولانا خلیل احمد ؒ کا فتویٰ

نیز صاحب البذل مولانا خلیل احمد ؒ فرماتے ہیں پس دیکھو کہ طیبی نے اس قیام کو تعظیم کا قیام لکھا ہے جو مباح ومندوب ہے۔

(البراہین القاطعہ ص۲۴۳/۲۴۶ وغیرہ)

مفتی عنایت احمد صاحب علم الصیغہ کا قول

نیز جناب حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب علم الصیغہ مسئلۂ قیام پر بہت

ہی مختصر کلام کرتے ہوئے تاریخ حبیب الٰہ ص۱۵۱/ پر لکھتے ہیں اخلاق نبی ﷺ کے ذیل میں مشکوۃ شریف میں ہے کہ جب صحابہ آپ کو مسجد میں تشریف لاتے دیکھتے تو اصحاب بیٹھے رہتے کھڑے نہ ہوتے اس سبب سے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہے یعنی بنظر شفقت بایں خیال کہ بار بار کھڑے ہونے میں کہ ہر وقت کی آمد ورفت ہے لوگوں کو تکلیف ہوگی اجازت دے رکھی تھی کہ کھڑے نہ ہوا کریں صحابہ بمقتضائے ''الامر فوق الادب'' کار بند ہوئے۔

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کھڑا ہونا تعظیم کے لئے منع ہے اور حدیثوں سے جواز قیام کا واسطے شخص معظم کے براہ محبت وتعظیم ثابت ہے، امام نووی نے رسالہ (التبیان فی اداب حملۃ القرآن) میں اس مسئلہ کو لکھا ہے اور ایک رسالہ بالخصوص اس مسئلہ کے بیان میں انہوں نے علیحدہ تصنیف کیا ہے اور احادیث سے بدلائل قویہ جواز قیام کو ثابت کیا ہے۔

ان نُقولِ مذکورہ وتصریحاتِ علماءِ اعلام سے معلوم ہوگیا کہ قیام للقادم مکروہ وممنوع نہیں بلکہ بعض صورتوں میں مستحب بھی ہوجاتا ہے جب کہ اس کا عرف وعادت ہو تو پھر اس کا ترک کرنا موجبِ عداوت ومقتضی بغض بن سکتا ہو تو وہاں اخلاقاً وشرعاً قیام کرنا ہی چاہئے، اب رہا یہ سوال کہ بہت سی احادیث سے اس کی ممانعت مترشح ہوتی ہے جن کی تفصیل دلائلِ فریق اول کے تحت گذر چکی ہے تو جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشکال ایک حد تک تو حل ہوگیا کہ عجمیوں کی طرح قیام کرنا ممنوع ہے کہ ان کا معظم آدمی بیٹھا رہا کرتا تھا اور سب اس کے اردگرد کھڑے رہتے تھے نہ قیام

برائے قادم کی ممانعت مقصود ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی فیض الباری رص ۷۰رج ۴ر میں یہی فرمایا، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہی توجیہ فرمائی ہے اور طبرانی کی اوسط سے ایک حدیث بھی نقل فرمائی ہے جس سے اس توضیح ومطلب کی تائید ہوتی ہے فرماتے ہیں،

عن انسؓ قال انما هلك من كان قبلكم بانهم عظموا ملوكهم بان قاموا وهم تعود (فتح الباری ص ۱۵رج ۱۱ر)۔

یہی اکابر کے فتاویٰ میں گذر چکا ہے، یا مراد عجمیوں کی طرح اس سے محبت رکھنا اور اس کو التزام کے ساتھ عملاً اختیار کرنا مراد ہے یہ ممنوع ہے واجاب الخطابی عن قوله من احب ان يقام له الیٰ بان يلزمهم بالقيام له صفوفاً على طريق الكبر وقال غيره المعنى ان يقام عليه وهو جالسٌ (قسطلانی رص ۱۵۳ر ۹ر)۔

اس توجیہ سے روایات میں تطبیق وجمع بھی پیدا ہوجاتی ہے اس طرح کہ وعیدات اس کے حق میں ہیں جو اپنے لئے قیام کو پسند ومحبوب رکھے اور دوسروں کو التزام کرائے حتی کہ اس کو عادت بنالے نیز اوپر مذکورہ تطبیق کی طرف امام بخاریؒ نے بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے الادب المفرد میں دو باب قائم فرمائے ہیں۔

(۱) باب قيام الرجل لاخيه اور اس میں وہ احادیث مذکور ہیں جن میں قیام کا ذکر ہے مثلاً حدیث سعد بن معاذؓ وغیرہ۔

(۲) دوسرا باب قائم فرمایا باب من كره ان يقعد ويقوم له

الناس اور اسمیں ممانعت والی روایات کی تخریج فرمائی ہے جس سے انکا رجحان صاف معلوم ہوگیا چونکہ فقه البخاری فی تراجمه دنیائے حدیث کو معلوم ہے، تطبیق کے بعد ان احادیث کا جواب بھی ضروری ہے جو شروع میں ذکر کی گئی ہیں جن سے ممانعت سمجھی جارہی ہے۔

نمبر اول: حدیث جس میں عجمیوں کی طرح قیام کی ممانعت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سند کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے مضطرب ہے اس کے راوی مجہول ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری رص ۵۰رج ۱۱ر میں علامہ طبری کے حوالہ سے رقمطراز ہیں واجاب عنه الطبری بانه حديث مضطرب السند فيه من لا يعرف، دوسرے اس کا مطلب مطلقاً قیام سے منع کرنا نہیں بلکہ عجم والے قیام کی ممانعت ہے جس کی وضاحت بالتفصیل گذر چکی ہے۔

نمبر دوم: وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ کا قیام کو ناپسند کرنا مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں کہیں غلو فی التعظیم کرنے لگیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تعریف ومدح میں مبالغہ کرنے کو بھی منع فرمایا، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰؑ کی ذات میں مبالغہ سے کام لیا حتی کہ ان کو عبد سے ابن اللہ، بلکہ اللہ بناڈالا اور ان الله ثالث ثلثه کا دعویٰ کیا تو یہ ممانعت باب سد الذرائع کی قبیل سے ہوگی، دوسری وجہ ممانعت کی اپنی ذات اقدس کے لئے تواضع ہے اور متکبرین کی مخالفت ہے اور اہل عرب کے دستور کے موافق سادگی اور کراہت طبعی نہ کہ شرعی کما قال الشیخ التھانویؒ۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ حضرات صحابہ کو نبی کریم ﷺ سے پہلے ہی سے بیحد وحساب محبت وعظمت کا تعلق تھا قیام سے جو مقصد ہوتا ہے وہ وہاں پہلے سے حاصل ہے، لہذا اب قیام کرنا محض تحصیل حاصل ہوگا، امام حدیث علاّمہ ابن حجر فتح الباری رص۵۳رج۱۱رمیں فرماتے ہیں۔

والجواب: عنہ من وجھین احدھما انہ خاف علیھم الفتنۃ اذا افرطوا فی تعظیمۃ فکرہ قیامھم لہ لھذا المعنی کما قال لاتطردونی ثانیھما انہ کان بینہ وبین اصحابہ من الانس وکمال الودّ والصفاء مالا یحتمل زیادۃ بالاکرام بالقیام فلم یکن فی القیام مقصود اس میں صحابہ کو ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام کرنے سے منع کرنا مقصود نہیں ہے اس واسطے کہ خود سرکار دوعالم ﷺ نے بعض صحابہ کی خاطر قیام فرمایا جیسا کہ دلائل فریق ثانی میں گذر چکا ہے، اور اپنی مجلس میں اس کی تقریر وتثبیت بھی فرمائی بلکہ مزید یہ ہے کہ آپنے دوسروں کو حکم بھی فرمایا کما یدل علیہ قول صاحب فتح الباری /ص۵۳/ج۱۱/ ولم یکرہ قیام بعضھم لبعض فانہ قد قام لبعضھم وقاموا لغیرہ بحضرتہ فلم ینکر علیھم بل اقرہ وامر بہ۔

نمبر سوم: پر جو حدیث ہے حضرت معاویہؓ کے حوالہ سے گذری ہے من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما الخ اس کا جواب بھی تشریح کے ضمن میں گذ چکا ہے مگر یہاں تصریحاً لکھا جاتا ہے کہ اس سے مقصود وہ شخص ہے جو اپنے لئے دوسروں سے قیام

پسند کرے اور ان کو اس کا مکلّف بنائے اور بے ارادہ کسی دوسرے کی اسی طرح تعظیم کریں وہ اس میں داخل نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن وھبانؒ سے علامہ شامیؒ نے یہی نقل فرمایا ہے وما ورد من التوعد علیہ فی حق من یحب القیام بین یدیہ کما یفعلہ الترک والاعاجم (ردالمحتار رص۳۸۴رج۶)۔

نمبر چہارم: پر جو حدیث شریف ہے ابوبکرہ صحابیؓ کا قصہ جس میں مذکور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اِباء اور انکار اس جگہ بیٹھنے سے اس وجہ سے تھا کہ کہیں وہ اس حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو جائیں جس میں کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھنا مروی ہے، ورنہ اگر دوسرا بطیب خاطر بخوشی قلب اجازت دے تو کیا مضائقہ ہے مگر چونکہ ان کو بطیب خاطر جگہ دینے میں شک تھا یہ خیال فرمایا کہ کسی دوسرے کے کہنے سے اس نے جگہ دی ہے وغیرہ وغیرہ توجیہات ہیں جن کی طرف حدیث کی تشریح کے ضمن میں اشارہ گذر چکا ہے۔

مسئلہ:۔ جو شخص تعظیم کا مستحق ہو اس کی خاطر قیام کرنا چاہیئے مگر خود اس کو یہ تصور وخیال نہ کرنا چاہئے کہ میں اس کا مستحق ہوں کہ پھر ترک سے اذیت محسوس کرنے لگے شکایت وعتاب کی نوبت آ پہنچے تا کہ شریعت مطہرہ کے مزاج کے مطابق طرفین میں خوشگواری اور خوش تعلقی قائم رہے جیسا کہ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

چند مثالیں ایضاح مسئلہ کی خاطر حسب ذیل لائی جاتی ہیں (۱) زکوۃ میں عاملین اور معطین دونوں کو آداب سکھائے گئے ہیں جس سے دونوں میں خوش تعلقی قائم رہے اور دونوں کنٹرول میں رہیں، چنانچہ جب اصحاب الاموال والاعراض سے خطاب کیا تو

فرمایا سیاتیکم رکبٌ مبغضون ای العاملون وانما تبغضونھم لاخذ ھم الزکوۃ یعنی تمہارے پاس ایک جماعت آئے گی جو تمہارے نزدیک مبغوض ہوں گے کیونکہ وہ تم سے زکوۃ وصول کریں گے اور یہ انسان فطری اور جبلّی طور پر مال سے محبت کرنے والا پیدا کیا گیا ہے اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ اس لئے وہ تمہیں برے معلوم ہوں گے۔

آگے فرمایا کہ جب وہ آئیں تو تم ان کو مرحبا وخوش آمدید کہو اور وہ جو چاہیں گے بخوشی اس کو منظور کرنا، اگر انہوں نے عدل وانصاف سے کام لیا تو اس کا اجر وثواب انہیں ملے گا اور اگر انہوں نے تم پر ظلم کیا تو اس کا وبال ان پر ہوگا تم اپنی طرف سے ان کو راضی کرنے کی پوری کوشش کرنا، کیونکہ تمہاری زکوۃ جب ہی مکمل ہوگی جب وہ تم سے راضی ہو جائیں گے اور تمہیں دعاء دیں گے کذافی روایۃ ابی داؤد الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ ﷺ سیاتیکم رکب مبغضون ای العاملون وانما تبغضونھم لاخذ ھم الزکوۃ فاذاجاء کم فرحبوھم وخلوابینھم وبین مایبتغون فان عدلوا فلانفسھم وان ظلموافعلیھم وارضواھم فان تمام زکاتکم رضاھم ولیدعوا لکم رواہ ابوداؤد فیض الباری ص ۲۸۴ ج ۴/ اور جب عاملوں سے خطاب فرمایا تو ان کو فرمایا کہ دیکھو ان کا بڑھیا مال مت لینا اور ظلم ہرگز نہ کرنا، دیکھو مظلوم کی بددعا قبول ہونے میں کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا اور مزید فرمایا کہ جس نے زکوۃ وصول کرنے میں تعدی کی وہ ایسا ہے جس نے زکوۃ کو منع کر دیا ہو۔

28

(۲) باب النکاح میں ولی اور مولیہ (لڑکی) دونوں سے اس طرح خطاب فرمایا کہ فریقین میں اعتدال قائم رہے وہ اس کا خیال رکھے اور یہ اس کا خیال رکھے، چنانچہ جب لڑکی سے خطاب فرمایا تو فرمایا کہ دیکھو ولی کے بغیر تمہارا نکاح ہرگز نہ ہونا چاہیئے لانکاح الابولی اور جب اس کے اولیاء کی طرف خطاب کا رخ فرمایا تو فرمایا کہ تم لڑکی کی مرضی کا حد درجہ خیال رکھنا بغیر اس کے استیذ ان واجازت کے اس کا نکاح مت کرنا وہ اپنے بارے میں تصرف نکاح کرنے کی زیادہ مستحق ہے، اس تفصیل اور طرفین سے متعلق شریعت کے مزاج کو سمجھنے کے بعد نہ روایات میں کوئی تضاد وتخالف محسوس ہوگا نہ تعارض بلکہ ہر ایک کا محمل جدا جدا نظر آئے گا۔

اسی قاعدہ کے مطابق شریعت مطہرہ نے یہی طرز حسن باب القیام میں بھی اختیار کیا ہے چونکہ یہ بھی دو فریق سے متعلق ہے (۱) قادم یعنی آنے والا (۲) جالسین یعنی بیٹھنے والے اس لئے آنے والے کو تواضع اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی کہ مجلس میں پہنچنے پر جہاں موقع ہو وہیں بیٹھ جائے کرسی صدارت ہی سنبھالنے کی کوشش نہ کرے اور ادھر جالسین کو تعلیم دی کہ تمہیں آنے والے کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کرنا چاہیئے اس کو دیکھ کر جنبش کرنی چاہیئے مرحبا کہنا چاہیئے، چنانچہ واثلہ بن الخطابؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اس شخص کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے جنبش فرمائی اس پر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جگہ میں کافی وسعت ہے جنبش فرمانے کی زحمت کیوں فرمائی، فرمایا کہ مسلمان بھائی کا ایک حق

ہوتا ہے جب کوئی بھائی مسلمان اس کو دیکھے تو اسکو اسکی خاطر جنبش وحرکت کرنی چاہئے روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وعن واثلة بن الخطاب رضی قال دخل رجل الی رسول الله ﷺ وهو فی المسجد قاعد فتزحزح لهٗ رسول الله ﷺ فقال الرجل یا رسول الله ان فی المکان سعة فقال النبی ﷺ ان للمسلم حقاً اذا رأه اخوه ان یتزحزح له رواهما البیهقی فی شعب الایمان (مشکوۃ شریف ص۴۰۴ ج۲)۔

اقسامِ قیام:

گزشتہ اوراق میں قیام کے مختلف اسباب آپ پڑھ چکے ہیں اس کے لحاظ سے قیام کی مختلف اقسام جائز وناجائز مکروہ ومباح بنتی چلی جائیں گی، چنانچہ علامہ بدرالدین عینیؒ نے علامہ ابوالولیدؒ کے حوالہ سے چار قسمیں تحریر فرمائی ہیں۔

قسم اول: اس شخص کی خاطر قیام کرنا جو اپنے واسطے قیام پسند کرے تکبراً وتعظیماً یہ ممنوع ہے۔

قسم ثانی: جس کا حال ایسا نہ ہو مگر خوف ہے کہ کہیں اس قیام کیوجہ سے اس کے دل میں یہ محظور مذکور لازم نہ آجائے اور وہاں جبابرہ سے مشابہت بھی لازم آتی ہے یہ بھی صحیح نہ ہوگا۔

قسم ثالث: علی سبیل البر والاکرام قیام ہو نہ وہاں تشبہ مذکور کا

خوف ہو اور نہ محظور کا اندیشہ ہو تو وہاں جائز ہوگا۔

لہذا جن اکابرؒ کے واقعات میں اپنے لئے قیام کرنے پر تشدد مروی ہے جیسا کہ حضرت اقدس مدنیؒ ایک بار کسی جگہ تشریف لائے اور وہاں بہت سے علماء پہلے سے تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت کو دیکھ کر قیام کیا تو اس پر ناراض ہوئے یہ ان کی تواضع وعاجزی پر محمول ہوگا اور رحمتِ عالم ﷺ کے حال کی اقتداء کہا جائے گا نہ یہ ہے کہ قیام کے عدم جواز وکراہت شرعی پر اس سے استدلال کیا جائے۔

قسم رابع: سفر سے کوئی آئے اس کی خوشی میں ترحیباً قیام کرنا یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے ان کی عبارت جس سے یہ امور مستفاد ہوئے درج ذیل ہے۔

وعند ابی الولید بن رشد ان القیام اربعة الاول محظور وهو ان یقع لمن یرید ان یقام له تکبراً وتعظیماً، والثانی: مکروه وهو ان یقع لمن لا یتکبر ولا یتعاظم علی القائمین ولا یخشیٰ ان یدخل نفسه بسبب ذلك مایحذر ولما فیه من التشبیه بالجبابرة، والثالث: جائز وهو ان یقع علیٰ سبیل البر والاکرام لمن لا یرید ذلك ویومن من التشبیه بالجبابرة، والرابع :مندوب وهو ان یقع لمن قدم من سفرٍ فرحاً بقدومه لیسلم علیه اوالی من تجددت له النعمة فیهنئه بحصولها او مصیبة فیعزیه بسببها (عمدۃ القاری شرح بخاری ص۲۵۲ ج۱۱)۔

نیز حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی متعدد اقسام تحریر فرمائی ہیں جو اوپر

نہیں آئیں صرف ان کو لکھا جاتا ہے۔

الخامس: ایک شخص بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے آس پاس قائم ہوں جیسا کہ عجم کے متکبرین اور بعض سلاطین کا طریقہ ہے یہ ممنوع وحرام ہے۔

السادس: کسی قابل تعظیم واکرام شخص کی خاطر اس کے آنے کے وقت کھڑا ہونا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

السابع: محض آتا دیکھتے قیام کرنا اس کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ یہ نزاعی مسئلہ ہے ان کی عبارت یہ ہے۔

والقیام ینقسم الیٰ ثلاث مراتب قیام علی راس الرجل وهو فعل الجبابرة قیام الیه عند قدومه ولا باس به وقیام عند رویته وهو المتنازع فیه (فتح الباری ص ۵۱/ج ۱۱)۔

مسئلہ: اگر قیام نہ کرنے سے اپنی عزت ونفس کا خوف ہو تو بھی قیام جائز ہوگا چنانچہ بذل المجہود شرح ابی داؤد ص ۳۶۶/ج ۵/ میں ہے وکتب مولانا یحیٰ المرحوم فی التقریر قوله باب القیام وهو جائز فی نفسه مالم یعتر علیه عارض یخرجه من الجواز الی الکراهة مثل خوف افتتان الذی الخ۔

مسئلہ: کسی کے لئے اس وقت قیام کرنا جبکہ دل میں واقعی تعظیم نہ ہو محض ریا وشہرت کے واسطے ناجائز ہے قال فی بذل المجہود ص ۲۶۶/ج ۵/ وکذالك لایجوز له ان یقوم لغیره ریاءً وسمعة ولیس فی قلبه شی من المودة

والعظمة الباعثة علی القیام فلا یقوم الا موافقا ظاهره بباطنه۔

مسئلہ: دوران تلاوت اگر کوئی استاذ یا والد، یا کوئی عالم آجائے تو اس کی تعظیم کے واسطے قیام کرنا بھی جائز ہے ان کے علاوہ کے لئے نہیں عالمگیری میں ہے ص ۳۱۶/ج ۵/ قوم یقرؤن القرآن من المصاحف اویقرأ کنایةً رجل واحد فدخل علیه واحد من الاجلة او الاشراف فقام القاری لاجله وما سوی ذلك لایجوز **کذافی فتاویٰ قاضیخان** ۔

الغرض قیام کے احکامات ومسائل ہر صورت میں یکساں حکم نہیں رکھتے بلکہ احوال واشخاص کے لحاظ سے مختلف قسمیں جواز وعدم جواز مباح ومستحب مکروہ نکلتی ہیں جن کی تفصیلات حسب القدرۃ آچکی ہیں، خوب سوچ کر دیکھ لیا جائے کہ اگر بطور اعجاز کے کہیں خود حضور سرور کائنات ﷺ تشریف لے آویں اور رویت ویقین دونوں حاصل ہو جائیں تو قیام تعظیمی کے منکرین کھڑے نہ ہو جائیں گے کما قال حکیم الامتؒ فی امداد الفتاویٰ ص ۲۷۴/ج ۴۔

قیامِ میلاد:

یہاں تک قیام کے جزء اول یعنی کسی عالم فاضل، بزرگ ذی وجاہت واثر، ذی تقوی وصلاح شخصیت کے واسطے قیام کرنا اس کے اکرام واحترام میں بالتفصیل والدلائل والتصریحات الفقہیہ مذکور ہوا ہے، اب قیام کے جزء دوم میلاد میں قیام کے بارے میں گفتگو وبحث لائی جارہی ہے آپ نے خوب سمجھ لیا کہ ان جملہ روایات میں

فقہاء اعلام، علماء عظام، محدثین کرام نے جو بھی کچھ فرمایا وہ سب قیام برائے قادم سے متعلق ہے ان میں کسی بھی جگہ صراحۃً واشارۃً ، دلالۃً وکنایۃً ، قصداً وتبعاً ، اصلاً وضمناً میلاد مروج میں قیام کے ثبوت کا ادنی سے ادنیٰ خفیف سے خفیف اشارہ بھی نہیں ملتا چونکہ قیام تو قادم (آنیوالے) کی تعظیم کے لئے ہوا کرتا ہے جبکہ وہ مستحق تعظیم بھی ہو اور یہاں قدوم تشریف آوری کہاں ہے محض ذکرِ قدوم ہے فاین هذا من ذلك چونکہ یہاں آنا ثابت نہیں ہے تو قیام بھی نہ ہوگا، اس تذکرہ کے وقت قیام کہیں منقول ومتعارف بھی نہیں کماسیأتی، چنانچہ سلاطین کے گھر بچے پیدا ہوتے ہیں حاضرین نے کبھی قیام نہیں کیا یا اس کا ذکر سن کر کسی نے قیام کیا ہو ہرگز ہرگز ثابت نہیں پس یہ فرق سمجھدار کے لئے کافی ہے، مگر رونا اس چیز کا ہے کہ ایک بدیہی چیز ایسی نظری بلکہ پیچیدہ بن گئی یا بنا دی گئی کہ بہت سے لوگوں کو سمجھنا مشکل ہوگیا، الغرض جن لوگوں نے اس سے قیام تعظیمی میلادی پر استدلال کیا ہے انہوں نے اولاً ایک مفروضہ گھڑا کہ آنحضرت ﷺ محفل میلاد میں بنفس نفیس بذات شریف تشریف لاتے ہیں اس لئے قیام کرو، اس کا جائزہ لینے سے قبل ہم اس کی شروعات وآغاز پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے کہ کب آغاز ہوا اور کس طرح کس نے کیا؟۔

میلاد کی شروعات:

حضرت الاستاذ جامع الکمالات حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ذکر میلاد کے وقت قیام کرنا قرونِ ثلٰثہ میں کہیں ثابت نہیں نہ جناب فخرِ دوعالم

ﷺ کے عہد مبارک میں اس کا وجود تھا نہ خلفائے راشدین عادلین ، صالحین، راسخین، کاملین کے عہد زریں میں نہ ائمہ مجتہدین امام اعظم فقیہ الامۃ سراج الملۃ ابوحنیفہؒ، امام دارالہجرت مالک بن انسؒ، امام عالی مقام محمد بن ادریس الشافعیؒ، امام بلند مرتبہ احمد بن حنبلؒ کے عہد ووقت میں، نہ محدثین کرام امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام طحاویؒ، امام ابن ماجہؒ وغیرہم اجمعین ہی سے ثابت ہے، نہ اولیاء صالحین حضرت شیخ المشائخ غوث وقت عبدالقادر جیلانیؒ، سلطان المشائخ خواجہ معین الدین چشتیؒ، سیدالعارفین شیخ بہاؤالدین نقشبندی، غوث السالکین شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے منقول ہے، حالانکہ سرورکائنات ﷺ فداہ ابی وامی کے سیر وحالات کا ذکراذکار بطریق وعظ، تدریس، مذاکرہ وتحدیث ہزارہا ہزار بار ہوتا رہا مگر کہیں فخر دوعالم ﷺ نے اس کا استحباب یا مندوب ہونا مباح وجائز ہونا کچھ کسی طرح قولاً وفعلاً وعملاً تقریراً ارشاد فرمایا ہو ہرگز ثابت نہیں ہے، یہ بات کہ خود سرکاروالاشان ﷺ الف الف مرۃ بقدر کل ذرۃٍ کے واسطے کوئی کوئی کھڑا ہو خارجِ بحث ہے اور اس کا قیاس اس پر محض اپنی جہالت کا اعلان اور اپنی سفاہت کا بیان ہے کلام وگفتگو اس میں ہے کہ آپ ﷺ کے ولادت کے ذکر کے وقت جیسا کہ سفہاء زمانہ دربعض دیار کرتے ہیں کہیں ثابت ہو سو یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے بعد ایک طویل دور صحابہ خیر ہذہ الامۃ کا تابعین واتباع تابعین ومن بعدہم کا اس امت پر اس طرح بیت گیا کہ اس خرافاتی مجلس کا کہیں وجود نہ تھا مگر یہ

لعنت مسلمانوں میں غیروں کی تقلید میں آئی تھی جو ہو کر رہی، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ قبل از اسلام دیگر قومیں بڑی شان وشوکت کیساتھ اپنے بزرگانِ ملت کا جنم دن یوم ولادت مناتی تھیں اور آج بھی مناتی چلی آرہی ہیں، چنانچہ ہنود یوم ولادت کو جنم دن جنمٹی، نصاریٰ بڑا دن، بدھ قوم بدھ جینتی اور یہود نوروز کہتے ہیں، ان اقوام مذکورہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگان ملت کی ہر سال از سرنو ولادت ہوتی ہے، بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگان دین کی روحیں فقط حاضر وناظر ہوتی ہیں، لیکن جمہور رضویہ کا عقیدہ وخیال یہ ہے کہ بزرگان دین بذاتِ خود اپنے جنم دن کی تقریب میں حاضر وناظر ہو کر ہماری فریادو استغاثہ سنکر مشکل کشائی فرماجاتے ہیں (استغفر اللہ) کیونکہ حق تعالی نے ان کو مستقل مختار الکل بنا کر اپنی خاص ذاتی صفت قرب ومعیت عطا فرمائی ہے اسلام نے ان عقائد ورسوم شرکیہ کو ختم کر کے صرف دو یوم ''عید الفطر وبقرعید'' کو اظہار مسرت کے لئے مقرر فرما کر ہر سال جنم دن منانے اور یوم ولادت کو یوم سرور ٹھیرانے اور یوم وفات کو یوم غم منانے کو شعار کفر قرار دیا ہے، یہی سبب ہے کہ ۶۰۴ھ تک کوئی مسلمان محفل میلاد شریف کے نام سے بھی واقف نہ تھا یہی اس کی ابتداء کا سال ہے۔

مظفر الدین شاہ اربل شیعہ المتوفی ۶۳۰ھ نے قوم نصاریٰ ویہود اور ہنود کی تقلید مذموم کرتے ہوئے ماہ ربیع الاول میں دن وتاریخ کے تعین کے ساتھ محفل شریف منانے کے لئے فرمانِ شاہی جاری کیا اور علامہ ابو الخطاب نحوی شیعہ نے سب سے

پہلے جواز کا فتویٰ صادر فرما کر اس موضوع پر ایک رسالہ التنویر لکھ کر خزانہ شاہی سے خلعت فاخرہ اور ایک ہزار پاؤنڈ انعام حاصل کیا اور شیخ الاسلام کا خطاب حاصل کیا خسر الدنیا والآخرۃ، چنانچہ آج بھی بدعت ایک بہت بڑی تجارت بن چکی ہے لاکھوں لوگوں کو گمراہ کر کے اموالِ خبیثہ حاصل کئے جارہے ہیں۔

میلاد کے موجد ومؤید کا مختصر تعارف:

سلطان مظفر الدین ابو سعید کوکری المتوفی ۶۰۳ھ جو بقول علامہ معز الدین حسن الخوارزمی کے نہایت فضول خرچ مسرف بادشاہ تھا چنانچہ ہر سال تین لاکھ روپے اس بدعت پر خرچ کرتا تھا کما قال العلامہ الذہبیؒ، یہ لوگوں کو ائمہ صالحین کی تقلید سے منع کرتا تھا اور خود اپنے قیاس واجتہاد پر عمل کرنے کی دعوت دیتا گویا غیر مقلد تھا مزید یہ کہ شیعہ، الغرض عمل کے لحاظ سے بھی فاسق وفاجر، اور عقائد کے لحاظ سے بھی گمراہ وضال بلکہ قریب الکفر، اب بھی اس کے مزار پر سالانہ عرس محفل سماع کیساتھ بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے، بے شمار افراد تبرکاً اس کے مزار کا غسالہ (پانی) نوش فرماتے ہیں اور ساتھ بھی لے جاتے ہیں، امامیہ کے قبرستان مشہد مقدس میں ان کا مزار ہے، اس کے بارے میں دوسرا قول مرجوح تعریف کا بھی ہے، ایسے ہی اس کے مؤید ابو الخطاب لغوی متوفی ۶۳۳ھ مصر کے مشہور قبرستان فاطمہ میں پختہ مزار میں آرام فرماہیں جس پر ہر وقت اہل سماع وغناء حاضر وناظر ہوتے ہیں اور چنگ ورباب کی

تھاپ سے شاید ہی کوئی لمحہ خالی رہتا ہو۔

الغرض اس طرح اس کا مزار قوالی وعرس وگانے بجانے ودیگر امور محرمہ کا نہایت رنگیلا محل بن گیا، جیسا کہ فی زمانہ کلیر، اجمیر، نظام الدین، گنج مراد آباد، کچھوچھہ، بریلی، گنگوہ، پانی پت وغیرہ سیکڑوں بزرگوں کے مزارات کا بُرا حال ہے، سالانہ عرس، قوّالیاں، عورتوں مردوں کا اختلاط، سجّادگان کے پاؤں پر سجدے اور عورتوں کیلئے پیشانیاں وغیرہ وغیرہ گمراہیاں بلکہ زنا کاریاں تک ہورہی ہیں، العیاذ باللہ سبعین مرۃ اور یہ سب پردۂ عقیدت میں ہورہا ہے۔ ع

ان کے مزار پر بہت آن بان ہے

بعد مردن بھی شریعت کو پائمال ہی کیا! (از بندہ راقم السطور)

اس کے برخلاف ان اعلام امت کی قبروں کو دیکھ لیجئے کہ جنہوں نے اس سے منع فرمایا اللہ نے بعد وفات کے ان کو اس سے محفوظ رکھا ہے ان کا حال یہ ہے جو کسی حیدرآبادی شاعر نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مزار کی زیارت کرتے ہوئے کہا تھا۔

ان کے مزار پر کوئی آن بان نہیں بعد مردن بھی شریعت کا پاس رہا

کما ذکرہ لی استاذی ووالدی الشیخ شریف احمد المؤقر رحمۃ اللہ علیہ مؤسس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، الغرض ان دونوں کی ایجاد وتائید سے جو پکے رافضی، تبرائی، کذّاب ومسرف، ضال ومضل تھے، یہ مجلس میلاد وجود میں آئی جس کے موجد

ومؤید ایسے ہوں تو انصاف سے بتایئے کہ ان کے متبعین کا حال کیا ہوگا، من سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرھا ووزر من عمل بھا خود بھی گنہگار اور جتنے اس کو کریں گے ان کا گناہ مزید:

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

چنانچہ ایک عالَم نے مشاہدہ کرلیا کہ ان کے متبعین ومقلدین ضلالت وگمراہی کے جس قعر عمیق میں پہنچ چکے ہیں کہ ہزاروں وعظ وپند کی سنہری زنجیریں بھی ان کو ورطۂ ظلمات سے نکالنے کے لئے ناکافی ثابت ہورہی ہیں اور ان کا حال یہ ہورہا ہے جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے

میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

اگرچہ اس کی ابتداء میں تو اس میں تین چیزیں ملحوظ ہوتی تھیں (۱) ماہ ربیع الاول کی تاریخ کا تعین (۲) علماء صلحاء کا اجتماع (۳) ختم محفل پر اطعام طعام کے ذریعہ آں حضور ﷺ کی روح مبارک کو ایصال ثواب۔

اس کے باوجود اس دور کے علماء میں اس مجلس کے جواز وعدم جواز کے متعلق بحث وگفتگو چلی تو علامہ فاکہانیؒ جو اس دور کے بڑے عالم ومحدث تھے وہ اور ان کے رفقاء نے ان خود ساختہ قیود کی بنا پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے بدعتِ سیئہ قرار دیا اور بعض علماء نے اس کی ہمنوائی کی، ان میں فرقہ امامیہ کے افراد اور بعض

شوافع علماء تھے ان کے علاوہ ان کے بعد ہر دور میں علمائے راسخین نے اس کی تردید کی چنانچہ کتاب المدخل میں علامہ ابن الحاج نے ۳۲ صفحات میں اس کے قبائح ومفاسد خوب وضاحت سے بیان فرمائے اور سیر حاصل بحث فرمائی، اور وہ ۷۳۷ھ میں علامہ ابن الحاج اپنے رسالہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے، علامہ ابن حجر شافعی مکی ہیثمی نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس کو ناجائز اور ممنوع لکھا، علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں نذر مزارات کی حرمت لکھنے کے بعد تحریر فرمایا واقبح منہ النذر بقراۃ المولد فی المقابر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وثواب ذلك الی حضرۃ المصطفیٰ ﷺ بعدہ حضرت مجدد سرہندیؒ اور دیگر بزرگوں نے خوب ہی تردید کی جس کے چند نظائر آئندہ آرہے ہیں۔

الغرض جہاں جہاں یہ مجلس پہنچی علماء امت نے وہیں وہیں اس کی تردید کی عربی، اردو، فارسی اور دیگر زبانوں میں اس کی تردید موجود ہے اور آج تک کی جارہی ہے اور یہ بھی اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے اور یحمل ھذا العلم من کل خلف عدول ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین میں داخلہ کی ایک کوشش ہے بعد میں اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بہت سی بدعملیاں واعتقادی گمراہیاں اس کے ساتھ شروع ہوگئیں کچھ سنتے چلیے۔

قبائح میلاد:

(۱) محفل میلاد میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام نے کہیں اس کا حکم نہیں فرمایا (۲) خود محفل میلاد کو بھی واجب کا درجہ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مباح چیز بھی مکروہ بن جاتی ہے چہ جائے کہ مکروہ وممنوع چیز کو واجب سمجھنا کما صرح بہ فی الدرالمختار کل مباح یودی الی الوجوب فمکروہ۔

(۳) بعض مہینے اور مقررہ تاریخ پر میلاد کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے حالانکہ جب شریعت نے کوئی خاص مہینہ اور تاریخ متعین نہیں کی تو اپنی طرف سے شریعت غراء میں زیادتی کرنا ناجائز ہے، صحیح مسلم میں ہے لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام کہ اپنی طرف سے جمعہ کی رات قیام ونوافل کے ساتھ خاص نہ کرو اور نہ خاص کرو اپنی طرف سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے ساتھ۔

(کذا فی احسن الفتاویٰ رص ۳۴۸ رج ۱)

(۴) اس کے علاوہ طرح طرح کے تکلفات کا مرتکب ہونا جیسے فرش فروش قالین، چراغ، قندیل، فانوس، سامان روشنی زائد علی الحاجۃ اور اس پر مال کا اسراف کرنا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ کا کامل مصداق بنتا ہے، پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ فضول خرچی کرنے والے وہ غربت زدہ قوم ہے جو روٹی کپڑا

مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہوجاتی ہے اور پھر یہ سب کچھ اس مقدس ہستی کے نام پر کیا جارہا ہے جو خود شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے مگر جانوروں تک کی بھوک پیاس سنکر تڑپ جاتے تھے۔

آج کمیونزم [1] وشوشلزم اسلام کو دانت دکھارہا ہے جب دنیا کی انتہائی برگزیدہ ومقدس ترین ذات کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلا جارہا ہے تو لادین طبقے اس سے کیا اثر لیں گے، اور واقعی اسلام غیروں کی تو بعد میں شکایت کرتا ہے اس کو پہلے اپنوں ہی سے شکایت ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

(۵) وہاں مجتمع ہوکر عورتوں، مردوں، بچوں، بڑوں کا خلط ملط ہونا جن کو شریعت نے مسجد میں آنے سے بھی منع کردیا ہو وہ آج وہاں پوری زیب وزینت کے ساتھ مردوں کے درمیان گھوم رہی ہیں جس کی شریعت میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

(٦) بے ریش لڑکوں کا گانا اور ایسے ایسے اشعار پڑھنا جن سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے بجائے گستاخی کا (العیاذ باللہ) پہلو نکلتا ہے۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

---

[1] جو اللہ کے منکر ہیں جنت اور جہنم کے منکر ہیں اور ساری اسلامیات کے مخالف ہیں۔

بطور نمونہ کے دیکھئے!

آمنہ سے ہے روایت اور یہ — تجھ کو پیدا ہوگیا جب دردزہ
ہاتھ سے میرا شکم ملنے لگا — اور کہتا تھا کہ وہ نورانی تھا
(از مولود سعدی صاحب)

اس سے زائد سنگین وہ اشعار ہیں جن میں حلول کے عقیدہ کا اظہار ہے اور نبی کریم ﷺ کو جو اللہ کے عبد ہیں اللہ اور خدا بتایا گیا ہے۔

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کا کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

خدا و مصطفیٰ کی کنہ میں ادراک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے

خدا نے صورت احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی ان کا مرتبہ جانے (از مولود سعدی رص۲۶؍)

وہ جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

یہ بالکل نصاری کے عقیدے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ کے عین موافق ہے، بتائیے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا یہ کھلا شرک ہے قال تعالی اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ جبکہ کلمۂ توحید میں صاف بتایا گیا أشھد أنّ محمّد عبدہ ورسولہ۔

(۷) وہ روایات جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر غیر معتبر اور بعض سراپا موضوع جن کا پڑھنا سننا گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ مولود سعدی کی روایات دیکھئے اسی سے آپ کو خوب اندازہ ہو جائے گا، حضرت ملا علی قاریؒ وحافظ عسقلانی وسیوطیؒ اگر حیات ہوتے تو موضوعات میں ان کو شامل کر کے ان کے پڑھنے والوں پر بے انتہا ناراض ہوتے اور ان کو اعلیٰ درجہ کا فاسق وفاجر خدا اور رسول کا دشمن قرار دیتے۔

صریح فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار (مسلم شریف رص ۷ رج ۱)۔

اور کبھی فرمایا من تعمد علی کذبا فلیتبوأ مقعدہ من النار (مسلم شریف رص ۷ رج ۱) کہ جس شخص نے جان بوجھ کر میرے متعلق جھوٹی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے یہ امر بمعنی خبر ہے یہ روایت محدثینؒ کے نزدیک متواترات میں داخل ہے، افسوس اس قدر تشدید ووعید کے باوجود آپ ﷺ سے محبت کا دعوی کرنے والے وہی کام کر رہے ہیں جو آپ ﷺ کی شان میں ایک عظیم گستاخی ہے۔

بسوخت عقل زحیرانی ایں چہ بوالعجبی است

(۸) زور زور سے صلوۃ وسلام کا پڑھنا اور ہر کس وناکس کا اس میں مدعو کرنا جن کی سیرت وصورت پیغمبر خدا فداہ ابی وامی کی سیرت وصورت کے خلاف ہو، ستم بالائے ستم پھر یہ کہ اس کو مجلس رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے جو موجب تعجب وحیرت ہی نہیں بلکہ ہزار ہا افسوس کی بات ہے، بھلا ایسے محرمات پر مشتمل مجلس کو رسول اللہ ﷺ کہا جانا آپ کی گستاخی نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی پوری سیرت طیبہ میں ایک

مجلس بھی ایسے ثابت کی جا سکتی ہے؟۔

بلا شبہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر اور آپ کے موئے مبارک، لباس، نعلین شریفین اور آپ کی نشست وبرخاست، خورد ونوش، نوم ویقظہ وغیرہ کا حال بیان کرنا اور سننا مستحب اور نزول رحمت وبرکت کا موجب ہے، بلکہ آنحضرت ﷺ کی ذات والاصفات کے ساتھ جس چیز کو بھی تھوڑی بہت مناسبت ہو جیسے کہ آپ ﷺ کے نعلین شریفین کی خاک اور آپ کا بول وبراز بلکہ آپ کی سواری کے جانور دراز گوش کے پیشاب وپسینہ کا ذکر بھی ثواب سے خالی نہیں جبکہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ سے ثابت ہو اور طریقۂ ذکر بھی مطابق سنت ہو۔

ارشاد الطالبین میں محدث عصر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے فرمایا ہے:

ان القول لا یقبل مالم یعمل بہ — یعنی قول بلا عمل درست نہیں ہوتا اور یہ دونوں
وکلاھما لا یقبلان بدون النیۃ — (قول وعمل) بلا صحیح نیت کے مقبول نہ ہوں
والقول والعمل والنیۃ لا تقبل — گے اور قول وعمل اور نیت مقبول ہونے کے
مالم توافق السنۃ — لئے ضروری ہے کہ سنت کے موافق ہو

اور آیت کریمہ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً کی تفسیر میں ہے کہ احسن عمل سے مراد وہ عمل مقبول ہے جو خالص ہو اور صواب بھی ہو، اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں تو وہ بھی مقبول نہیں ہے، عمل خالص وہ ہے جو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے موافق ہو (تفسیر کبیر رص ۲۴۳ رج ۸)۔

اور الاعتصام رص ۱۱۴ رج ۱ رمیں حضرت احمد بن ابی الحواریؒ نے فرمایا کہ مـــــن

عمل بلا اتباع السنة فباطل عمله حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا: لا یستقیم قول وعمل ونية الا بموافقة السنة (تلبیس ابلیس ص۹ ازفتاوی رحیمیہ)۔

اسی طرح قطب اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے:

لا یقبل قول بلا عمل ولا عمل بلا اخلاص واصابة السنة کہ کوئی قول بغیر عمل کے قابل قبول نہیں اور کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور وہ سنت کے موافق نہ ہو

ولادت شریفہ کا ذکر بھی ایک عمل ہے اگر اس کو صحیح طریقہ سے نہ کیا جائے گا تو وہ قبول نہ ہوگا اور نہ باعث اجروثواب ہوگا، الغرض آج جو مجالس میلاد میں لوگ جمع ہوکر جاہل شعراء کے قصائد، مصنوعی اور من گھڑت روایات جن سے کتب میلاد پر ہیں پڑھتے ہیں اس میں بے نمازی وفاسق بھی ہوتے ہیں یہ مذکورہ طریقہ خلاف قرآن وسنت اور بدعت وضلالت ہے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

(۹) اس میں روافض کے ساتھ مشابہت کا ہونا بالکل ظاہر ہے کہ جس طرح وہ حضرت حسینؓ کا روضہ وقبہ بناتے ہیں اور ہر سال مرثیہ خوانی کرتے ہیں، اسی طرح بعض جگہ اس میلاد میں روضۂ اطہر ﷺ کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور جگہ جگہ بڑے چوکوں پر سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور پوری ان کی نقل اتاری جاتی ہے جس طرح وہ زخمی جنازے، تعزیے، علم، دلدل، وغیرہ نکالا کرتے ہیں اور سالانہ برسی مناتے ہیں، انہوں نے جو کچھ آل رسول ﷺ کے نام پر کیا

وہی ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کے نام پر کرنا شروع کر دیا، نظرِ انصاف کیجئے اگر رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھیرنا پھرانا اور اس کے ساتھ روضہ اطہر اور بیت اللہ کا سا معاملہ کرنا اپنی بنائی ہوئی چیز کو اتنا مقدس سمجھنا اس کا طواف کرنا سانگ رچانا غلط ہے اور بلا شبہ غلط ہے تو کیوں ہے؟۔

افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی، حق وصواب، صحابہؓ، قرآن وسنت کو چھوڑ کر خرافات میں لگ پڑے ہم نے ان کی تقلید میں اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی، نیز جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسینؓ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام اس نو ایجاد بدعت کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں، اس پر درود وسلام پیش کیا جاتا ہے طواف کرتے ہیں گویا مسلمانوں کو حج وعمرہ کے لئے مکہ مکرمہ اور آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جانے کی بھی ضرورت نہیں رہی، ہمارے ان خرافاتی دوستوں نے گھر گھر روضے اور بیت اللہ بنا دئے ہیں اور اوپر سے اس کو ثواب کی چیز سمجھنا سوائے خداع نفسانی اور تسویل شیطانی کے اور کیا ہوسکتا ہے ایسے لوگ قول باری تعالی وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعاً ، اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ سُوْءَ اَعْمَالِهِمْ الآيَة کا کامل مصداق ہیں اور وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْواً وَلَعِباً وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا کا پورا نقشہ وتصویر ان کے عمل سے آنکھوں کے سامنے موجود ہے اُولٰئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ اس پر طرہ یہ کہ سب ان لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آرہا ہے جو اسلام کے مدعی اور دین کے ذمہ دار بنتے ہیں فیا اسفاہ! سچ کہا:

یہ امت روایات میں کھوگئی اور حقیقت خرافات میں کھوگئی

شیعوں کی تقلید مذموم اور اس سے بڑھ کر یہود ونصاریٰ کی پیروی واتباع اس میں پورے طور پر جلوہ نما ہے، یہ سالانہ جلسے، محافل، قوّالیاں، عرس، عیدیں اعمال کفریہ شرکیہ بدعت بلکہ بدعات کا مجموعہ، ایمان فروشی، توحید وسنت کو مٹانے کے بازار ہیں، اور ایسے میلے جن کا رسول اللہ ﷺ، صحابہ، تابعین اور صالحین سے نہ صرف یہ کہ ثبوت نہیں بلکہ سراسر مخالف ہیں، یہ یوم پیدائش یوم وفات تو لیڈروں، شاعروں اور ادیبوں کو زیب دیتے ہیں (بلکہ ان کے لئے بھی غلط ہیں) کہ سال میں ایک بار جمع ہوئے ان بڑے آدمیوں کی زندگیوں پر تقریریں کیں اور اس طرح ان کی عقیدت ومحبت کا حق ادا کردیا، مگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے مسلمانوں کا ایک دن یا چند کا تعلق نہیں بلکہ زندگی کے ہر لمحہ اور ہر لحظہ کا تعلق ہے اس لئے لیڈروں کے یوم پیدائش کی طرح رسول اللہ ﷺ کا یوم میلاد منا کر حضور اقدس ﷺ کی محبت وعقیدت وعظمت کا حق کسی طرح ادا نہیں ہوسکتا اور ایسا سمجھنا سوائے حماقت ونادانی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ ہمارے اسلاف کے نزدیک یہ فعل کس درجہ قبیح ہے اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک زمانہ میں یہ بدعت نکلی کہ عرفہ کے دن جب حاجی لوگ عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لئے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں جمع ہوئے اور حاجیوں کی طرح سارا دن تضرع، دعا، گریہ وزاری، آہ وبکا، توبہ واستغفار میں گذراتے اور اس کا نام انہوں نے تعریف رکھا (یعنی عرفہ منانا) بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی بلکہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا عام رواج ہوجاتا تو کم از کم سال کے بعد

تو کچھ مسلمانوں کو توبہ واستغفار کا موقعہ ملتا جو اس سے دور ہیں، مگر ہمارے علماء اسلاف کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کی سختی سے تردید کی اور آئندہ آنے والی خرافات وبدعات قبائح ومفاسد، شرور فتن کا استیصال کردیا اور فرمایا التعریف لیس بشیءٍ چنانچہ صاحب البحر الرائق علامہ وقت ابن نجیم المصریؒ جن کو ابوحنیفۂ وقت کہا گیا ہے فرماتے ہیں چونکہ عرفات میں جانا ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ فعل اس مکان کے سواء دوسری جگہ جائز نہ ہوگا، جیسا کہ طواف بیت اللہ کے علاوہ کا حرام وممنوع ہے، چنانچہ فرماتے ہیں وانما لم یعتبر تعریفهم لان الوقوف لما كان عبادة مخصوصة بمكان لم يجز فعله الا فى ذلك المكان كالطواف وغيره الا ترىٰ انه لا يجوز الطواف حول سائر البيوت تشبها بالطواف حول الكعبة (البحر الرائق ص ۱۷۶ ج ۲) بلکہ ایسے شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے جو کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور چیز کا طواف کرے۔

(اختلاف امت ص ۹۳ نقلا عن البحر الرائق والکفایہ ومعراج الدرایۃ ۱۲)

حضرت شیخ ملّا علی القاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے اس لئے انبیاء واولیاء کی قبور کا طواف کرنا حرام ہے، جس طرح سجدہ اللہ کے لئے خاص ہے غیر کے لئے حرام ہے، جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں خواہ مشائخ وعلماء کی شکل میں کیوں نہ ہوں، چنانچہ جب میلاد کرنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ اس فعل کی دلیل لاؤ تو کہتے ہیں کہ صاحب! فلاں شاہ صاحب کرتے تھے اللہ ورسول، صحابہ وتابعین کے متعلق تو وہ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے نہ خود اس کو

کیا بلکہ امور محدثات سے شدید اجتناب واحتراز کا حکم دیا ہے اس لئے حوالہ دینے کے لئے شاہ صاحب زندہ باد۔

افسوس! اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلہ میں شاہ صاحب کی تقلید ہو رہی ہے، میرے حضرت شیخ المشائخ محمد احمد ولی کامل، عارف باللہ پرتاپ گڈھی فرماتے ہیں اور خوب ہی فرمایا:

غیر کے فعل کو تو حجت بناتا کیوں ہے	کے سامنے کیا چیز ہیں کشف والہام
غوث وابدال وقطب امام واوتاد	بلا شبہ یہ سب ہیں محمد کے غلام
ایک طرف فخر رسل ایک طرف ان کا غلام	بولست تو ہی بتادے کس کا سنے گا تو پیام

لہذا صریح مخالفت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہو رہی ہے اور نام شاہ صاحب کا ہو رہا ہے اور ان کا پیام سنا جا رہا ہے اور خدا اور رسول ﷺ کے پیام کو ٹھکرایا جا رہا ہے اللھم اھدھم الی الصراط المستقیم وثبتنا علیہ الی یوم الدین۔

(۱۰) اس کی وجہ سے نماز جیسے اہم الفرائض میں خلل پڑتا ہے مگر اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی ہے، ان مذکورہ مفاسد وقبائح کے علاوہ خود سرکار دو عالم فخر موجودات ﷺ کے متعلق جو خیالات وعقائد رکھے جاتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلئے۔

(۱) آپ ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں یہ عقیدہ ایک بہت بڑی گستاخی، جرم عظیم، ضلالت کبیرہ، شرک وبدعت ہے جو لوگ اس کے قائل ہیں معتقد ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جمعرات وجمعہ نصف شعبان، عید وبقرعید، محرم میں ارواح مؤمنین دنیا میں آتی ہیں اس لئے افضل الرسل علیہ السلام کی روح مقدس کا محفل میلاد میں حاضر وناظر ہونا بدرجہ اتم ثابت ہے۔

تو سمجھنا چاہئے کہ اشاعرہ، ماتریدیہ احناف کے مطابق عقائد کا اثبات دلائل

قطعیہ سے ہوتا ہے یہاں پر خبر واحد صحیح بھی غیر کافی ہو جاتی ہے، موضوعات پر عمل حرام ہے اور ضعاف نیز طبقہ غیر معتبرہ کی روایات مثبت عمل نہیں، چنانچہ یہ روایات اسی درجہ کی ہیں ان میں کوئی صحیح ومعتبر روایت نہیں ہے لہذا یہ محض اتباع شیطان ہے، فوت شدہ افراد کی روحوں کا دنیا میں آنا جانا کسی دلیل قطعی وصحیح روایت سے ثابت نہیں لہذا یہ خیال وعقیدہ بالکل بے اصل ہے بلکہ خدا ورسول پر افتراء ہے بزرگان امت پر ایک زبردست بہتان ہے، اگر رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لیجایا کریں تو پھر درود وسلام پہنچانے والے فرشتوں کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی بلکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو ہی اپنا صلوۃ وسلام سننے کی دعوت زحمت فی زعمھم دیدی ہے اور پھر بلا کر تعظیم بھی نہیں کرتے بلکہ گستاخی کرتے ہیں اور خود وہاں جانے کی توفیق نہیں ہوتی۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے زمین میں سیاحین فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں اس کام کے لئے کہ جو میری امت میں مجھ پر سلام وصلوۃ پڑھے وہ پہنچائیں، وعنہ ای عن عبداللہ بن مسعودؓ قال ان للہ ملائکۃً سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی (مشکوۃ شریف ص۸۶ ج۱)۔

اور فرمایا جو روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر پڑھتا ہے وہ میں خود سنتا ہوں اللہ تعالی میری روح کو لوٹا دیتے ہیں، یعنی ہر وقت ذات باری تعالی میں غایت استغراق اور اعلی درجہ کا مشاہدہ واشتغال کا رہتا ہے کہ جس کی وجہ سے عالم سے ذہول ہو جاتا ہے اس میں ایک گونہ تخفیف ہو جاتی ہے اور میں اس کے سلام کو سنکر جواب دیتا ہوں رد اللہ علیّ روحی کا یہی مطلب ہے حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں وعن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام رواہ ابوداؤد والبیھقی

فی الدعوات الکبیر /مشکوۃ شریف /ص۸۶/ج۱/ وفی شرحہ التعلیق الصبیح /ص۴۰۴/ج۱/ لیس المراد بعود الروح عودھا بعد المفارقۃ عن البدن وانما المراد انہ ﷺ فی البرزخ مشغول فی الملکوت مستغرق فی مشاھدۃ رب العزت کما کان فی الدنیا فی حالۃ الوحی وفی احوال الآخرۃ فعبر عن افاقتہ من تلک المشاھدۃ ومن ھذا لاستغراق برد الروح واللہ اعلم نقلاً عن الطیبی واللمعات۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی غائباً ابلغتہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان حافظ عسقلانی اور دیگر محدثین نے اس کی تصحیح فرمائی ہے جس کا مطلب یہ نکلا کہ جولوگ قبر اقدس کے پاس آکر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کو خود سرکار دوعالم فرماتے ہیں کہ میں سن لیتا ہوں اور جو دور داز سے ارسال کرتا ہے تو وہ میرے پاس بذریعہ ملائکہ پہنچادیا جاتا ہے، یعنی مجھے کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں، جولوگ ایسی بات کہتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ ان احادیث کے صریح خلاف ہیں یا نہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب اور شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اہل کتب نے تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام حقیقۃً اپنی اپنی قبروں میں جو بقعہائے نور ودریچہائے جنت ہیں زندہ ہیں ان کو وہاں قبر اور عالم برزخ سے کہیں دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاتا الا فی معراج النبی ﷺ، وہ بھی فقط ایک بار کا قصہ تھا نہ کہ بار بار کا اور میلاد والوں نے تو ہر دفعہ کا قصہ گھڑ لیا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم اور نیز اس پر جمہور علماء کا اتفاق بھی ہے کہ آپ کہیں قبر سے باہر تشریف نہیں لیجاتے جملہ ہدایا وتحائف وصلوۃ وسلام کے وہیں خدمت اقدس میں پیش کئے جاتے ہیں، آپ کا خود باہر تشریف لیجانا یہ آپ کی عظمت شان، فخامتِ مرتبہ کے خلاف بھی ہے، الغرض اس تشریف آوری کے عقیدے سے حیاۃ الانبیاء فی قبورھم کے عقیدہ کا بھی انکار لازم آتا ہے فتفکر (الجنۃ لاہل السنۃ رص۲۲۳) اس کے بعد ان کے بعض بدعتی فضلاء نے یہ بھی اضافہ اور ترمیم وتنسیخ کی کہ حضور اقدس ﷺ تو عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ ہر آن حاضر وناظر ہیں بنفس نفیس اول سے آخر تک مجلس میں موجود رہتے ہیں خود درود وسلام وندیٰ سنتے ہیں تو پھر تشریف آوری کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

ہاں قیام کی وجہ یہ ہے کہ اذکار ولادت کے سننے سے جو ولادت کی صورت ذہن میں جم جاتی ہے یعنی عالم خیال میں گویا حضور بطن مادر سے عالم شہود میں تشریف لا رہے ہیں اس صورت ذہنیہ خیالیہ کے لئے قیام کرتے ہیں اور اسی کو سلام، اور یہ قیام وسلام صورت ذہنیہ خیالیہ کے لئے مستحب ہیں فرض نہیں ہیں (الجنۃ لاہل السنۃ نقلاً از براہین قاطعہ)۔

الغرض یہ دونوں ہی خیالات بالکل بے اصل ہیں حضرت علامہ حلبی وغیرہ نے تصریح فرمادی ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا اور مشاہیر علماء ہندوستان حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، حضرت مولانا کرامت اللہ جونپوریؒ، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا عبدالحی لکھنویؒ وغیرہم سب اس کی ممانعت کے قائل ہیں، اس کے بعد اس عقیدہ کے

شرک وکفر ہونے کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے!۔

(۱) قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ اپنے فتاویٰ تحفۃ القضاۃ میں فرماتے ہیں ویقومون عند ذکر مولودہ ﷺ ویزعمون ان روحہ ﷺ یجئ وحاضر وفزعھم باطلٌ بل ھذاالاعتقاد شرکٌ (الجنۃ لاھل السنۃ ص ۲۲۴)۔

(۲) حضرت سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاذ خواجہ بختیار کاکیؒ توضیح میں فرماتے ہیں منھم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء باعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرکٌ قبیحٌ وجھلٌ صریحٌ نیز فتاویٰ بزازیہ میں ہے قال علماء نا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر۔

یعنی جولوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیّا واولیاء کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور لوگوں کی پکار سنتے ہیں اور ان کی ضرورت پوری کرتے ہیں ایسا سمجھنا اور اعتقاد رکھنا بدترین شرک اور بڑی زبردست جہالت کی بات ہے۔

اورحضرت اقدس شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”علم غیب وشنیدن فریاد ہرکس در ہر جالوازم الوہیت است ایں ہر دوصفت خاصہ ذات پاک اوتعالیٰ است وہیچ مخلوق راحاصل نیست“، یعنی علم غیب جاننا اور ہرکسی کی فریادسننا تواللہ پاک کی صفات ہیں ایسی صفات مخلوق میں سے کسی کوحاصل نہیں ہیں۔

احسن الفتاویٰ میں ہے ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادان النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ یعنی ایسا شخص کافر ہے جورسول اللہ ﷺ کوعالم

الغیب جانے یا سمجھے اور یہ صریح آیت قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کے بالکل خلاف ہے، آیت میں فرمایا کہ آسمانوں اورزمینوں میں غیب صرف اللہ ہی جانتے ہیں، جملہ صحابہ کرام اورتابعین، محدثین، فقہاء، مشائخ، ائمہ اربعہ وغیرہ میں سے کوئی ایک بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا بلکہ امام اعظمؒ نے فقہ میں فرمایا کہ علم غیب خاصۂ الٰہی ہے۔

اسی سے فقہ میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ اگر کسی نے نکاح کے وقت کہا کہ میرے گواہ خدا اور رسول ہیں تو یہ شخص کافر ہوجائے گا اس لئے کہ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کو عالم الغیب سمجھا، پھرایک وقت بہت سی جگہوں پر یہ خرافاتی مجلس منعقد ہوئی سب جگہ بیک وقت حاضروناظر ہونا یہ سب خدائے پاک عزاسمہ کی قدرت میں ہے کوئی انسان حتی کہ فرشتے بھی اس پر قادر نہیں ہیں لہذا یہ کھلا شرک ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، بھلا آپ کی تعظیم شرکیہ امور میں کیسے ممکن ہے؟ ان اللّٰہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذلك لمن یشاء ایسے شخص کے لئے کھلا چیلنج ہے، اللہ اور اس کا پیارا رسول ﷺ ان تمام چیزوں سے بہت بلند ہیں۔

دراصل یہ وہ اعتقاد ہے جوسراسر دیگر قوموں سے لیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے بزرگوں کے متعلق ایسے اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ہرحال اپنے یوم ولادت کی تقریب میں حاضروناظر ہوتے ہیں، یہ لوگ ان سے بھی آگے بڑھ گئے اور رسول مقدس جنہوں نے ساری زندگی ایسی چیزوں کی تردید اور اللہ کے احکامات پر گذاری ان کے خلاف یہ ایک محرمانہ عمل ہے، فی الحقیقت یہی وہ نقطہ ہے جس پر مسئلہ قیام فی المیلا دکی بنیادیں قائم ہیں، بس یہیں سے یہ اختلاف سمجھنا آسان ہوگیا کہ اختلاف کیوں ہے ان کے نزدیک جب یہ عقیدہ قرار پایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں تو قیام کرنا چاہیے

اور جمہور علماء کے نزدیک یہ بات ہی بجائے خود بے اصل و بے بنیاد ہے، لہذا اصل اور اس پر تعمیر شدہ کھوکھلا محل ہی گر گیا، اور اگر غور و توجہ سے کام لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس میں ان لوگوں نے دو جگہ بڑی زبردست غلطی کی ہے۔

(۱) یہ اعتقاد قائم کیا جو صریح کفر و شرک ہے اور رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی کی شان اقدس میں ایک عظیم گستاخی و توہین ہے اور خدا تعالی کی توہین کا ہونا تو بالکل ظاہر و واضح ہے جس کی تفصیل گذ چکی ہے، اور دوسری غلطی قیام کرنا ہے چونکہ تعظیم رسول اللہ ﷺ قیام میں منحصر نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرات صحابۂ کرامؓ قیام نہ کرنے کی وجہ سے کیا شمار ہوں گے اس کا ایک مسلمان تصور و تلفظ بھی نہیں کرسکتا، مگر یہ قرآن وسنت پر روافض کی طرح ایمان ہی نہ رکھتا ہو جس سے آپ نے منع فرمایا تھا وہی بعد الحیاۃ الظاہریۃ سامنے آ گیا، بتائیے آپ پر کیا گذرے گی؟[۱]

---

[۱] سوال، زید دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجلس مولود میں تشریف لاتے ہیں اور آپ نے اس کی اجازت دی ہے اور آپ کے زمانہ میں یہ مجلس ہوئی اور حضرت ﷺ نے دودھ اور چھوہارے پر فاتحہ اپنے فرزند ابراہیم کی دی، اور عمر کہتا ہے کہ یہ بات محض جھوٹ ہے کسی کتاب حدیث اور فقہ معتبر سے ثابت نہیں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر، اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو میں اپنے کہنے اور اعتقاد سے توبہ کروں گا، اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ اگر یہ بات ثابت نہیں ہوئی تو میں اپنے عقیدہ اور قول سے توبہ کروں گا، اس واسطے علماء دین سے سوال ہے کہ جو کچھ حق ہو اللہ تعالی سے ڈر کر کتب معتبرہ سے اس کا جواب لکھیں۔

جواب! زید جھوٹا ہے اور یہ بات کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھی زید کو چاہیئے کہ اپنی بات سے توبہ کرے اور اگر کسی بے دین سے ایسی بات سنی ہو تو اس کی صحبت میں نہ بیٹھے اور دوسری بات جو زید نے کہا وہ بھی جھوٹ ہے، اور آنحضرت ﷺ پر افتراء ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے بے دین کو سمجھا دیں اگر پھر بھی توبہ نہ کرے تو اس کی ملاقات سے پرہیز کریں اور کسی قابلِ اعتبار کتاب سے یہ ثابت نہیں اور عمر دونوں مسئلوں میں سچا ہے اور اس کی بات ٹھیک ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)

(۱۱) قیام بھی انہیں مفاسد و قبائح میلاد میں شامل ہیں جن کا اوپر سے بیان چلا آ رہا ہے یہ قولاً عملاً تقریراً کسی طرح ثابت نہیں ہے، محدث، بدعت، نوایجاد و من گھڑت ایک چیز ہے، اگر بالفرض والمحال کچھ ثابت بھی ہو جائے تو واجب یا سنت یا مستحب تو کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ واجب وہ عمل ہے جو کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ سے یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ثابت ہو اور یہاں قیام فی المیلاد کے باب میں کوئی نص سنداً قوی و ضعیف موجود نہیں ہے اور نہ سنت سے ہوسکتا ہے، کیونکہ مواظبت نبی کریم ﷺ کی یا خلفاء راشدین کی جس پر ثابت ہو وہ سنت ہوتا ہے

(بقیہ) اس پر ان علماء کے دستخط ہیں مولانا سید نذیر حسین صاحب، جناب مولانا منصور علی صاحب، جناب مولانا محمد حسن صاحبؒ، مولانا سید امیر حسن صاحبؒ، مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ، مولانا مسعود احمد صاحبؒ، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، از فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۹ ج ۱/ علامہ محمد بن علی دمشقی سیرت ہشام میں فرماتے ہیں **جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وصفہ ﷺ ان یقوموا تعظیماً ھذا لقیام بدعۃ لا اصل لہ** نیز یہ عقیدہ عقلی لحاظ سے بھی فاسد ہے اس واسطے کہ اگر ایک جگہ محفل منعقد ہو تو آپ سب جگہ تشریف لیجائیں گے یا کہیں ایک جگہ تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جائیں اور کہیں نہ جائیں اور اگر سب جگہ جائیں گے تو آپ ایک وجود سے ایک ہزار جگہ کس طرح جا سکتے ہیں یہ تو خدا کی ہی شان ہے کہ ایک وجود سے سب جگہ حاضر و ناظر ہے اور جو اس کے خلاف کہے وہ جھوٹا ہے **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین**۔ دوسرے یہ کہ آیا ایسی ہی محفل آراستہ و پیراستہ میں تشریف لاتے ہیں یا اگر کوئی ویسے بھی ذکر کرے تو تب بھی آپ تشریف لے آویں گے، مثلاً درس حدیث یا کسی بھی ماہ میں کہیں بھی مجلس سیرت ہو یا انفرادی طور پر کوئی مطالعہ وغیرہ کر رہا ہو اگر زیب و زینت کی جگہ ہی تشریف لاتے ہیں تو آراستگی آپ کی تشریف آوری کا باعث ہوئی تو ذکر ولادت میں کوئی فضیلت نہیں رہ جائے گی اور اگر خالی ذکر ولادت کے وقت آتے ہیں تو اس وقت تعظیم میں کیوں نہیں اٹھتے کیا تعظیم نبوی اسی محفل کے ساتھ مخصوص و مقید ہے۔

تیسرے یہ کہ اس پر غور کیجئے کہ حالت وفات کی بہ نسبت حالت حیات میں تصرفات زائد ہوا کرتے ہیں پھر زندگی بھر آپ ﷺ کا حال دیکھئے خبروں کے لئے جا بجا قاصد و خطوط روانہ کئے اگر تشریف آوری کا دعویٰ صحیح ہے تو قاصدوں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی آپ خود ہر جگہ تشریف لیجایا کرتے اور سب کا حال معلوم کر لیا کرتے، جبکہ زندگی میں آپ سے یہ صادر نہ ہوسکا تو بعد وفات تشریف لیجانا یہ کیسے ممکن ہے! الغرض یہ دعویٰ نہایت بدترین عقائد کا مجموعہ ہے اور پہلے اس کے شرک ہونے کی تصریحات گزر چکی ہیں۔

اور یہاں ایک مرتبہ بھی پوری حیات طیبہ میں نبی کریم ﷺ وخلفاء راشدین سے منقول نہیں ہے کم ازکم بیان جواز واباحت کے لئے ہی فرماتے، اس سے بڑھ کر دلیل سمجھنے والے کے لئے اور کیا چاہیے مستحب ومندوب بھی نہیں ہوسکتا، نہایت الامر وغایت الباب اگر کوئی عرق ریزی کرے تو جواز یا اباحت تک نوبت آئے گی لیکن یہ بھی نہیں، مگر مباح کو سنت وواجب جاننے سے پھر وہ بدعت ومنکر ہوجائے گا جیسا کہ فقیہ الامت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول گرامی حضرت ملا علی قاریؒ نے نقل فرمایا ہے عن عبد الله بن مسعودؓ قال لا یجعل احدکم للشیطان حظاً من الصلوۃ یری ان حقاً علیه ان لا ینصرف الا عن یمینه لقد رأیت رسول الله ﷺ کثیراً ینصرف عن یسارہ متفق علیه قال العلی القاریؒ فی شرح هذا الحدیث من اصر علی امرٍ مندوب وجعله عرفا لم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصرّ علی بدعةٍ ومنکر انتهی، اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے وما یفعل عقب الصلوۃ مکروہ لان الجهال یعتقدونها سنة واجبة وکل مباح یودی الیه فمکروہ انتهٰی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے کہ وہ نماز کے بعد اپنے اوپر صرف دائیں طرف منہ کرنا ضروری سمجھے خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اکثر وبیشتر بائیں جانب منہ کرتے دیکھا یعنی جن نمازوں میں انصراف ہوتا ہے ان میں رسول اللہ ﷺ دائیں

اور بائیں سب طرف رخ فرمالیا کرتے تھے صرف ایک ہی جانب نہیں۔

اس حدیث سے یہ چیز صاف معلوم ہوئی کہ اگر کسی مباح وجائز چیز پر التزام ہوگا تو وہ بھی بدعت بن جائے گی، پھر غور فرمائیے کہ کسی منکر شرعی اور بدعت پر اصرار سے کہاں تک پہونچادے گا، بہرحال اس قیام کو واجب وفرض کہنا جیسا کہ بعض بریلوی فاضلوں نے کہا ہے حتی کہ انہوں نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ قیام نہ کرنیوالے کافر ہیں اس کے لئے دیکھو ان کا مشہور اور بہت مستند مجموعہ فتاویٰ غایۃ المرام رصفحات ۵۵ر۵۶ر۶۷ر۷۱ر وغیرہ بالکل غلط ہے بلکہ ایسا کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ گناہ کا ہے، کیونکہ جس فعل کو شارع علیہ السلام نے ناگوار اور بدعت ہونے کی وجہ سے ممنوع فرمایا اور اس کو واجب سمجھتا اور کہتا ہے جو شریعت غرّا اور شارع علیہ السلام کی صاف صریح مخالفت ہے قال الله تعالی ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وسأت مصیراً کما قال بعض المحققین، اتنے مفاسد وقبائح، بدعات وخرافات، عملی واعتقادی ضلالت کے بعد کون محقق عالم خدا سے خشیت رکھنے والا اس کو جائز کہہ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن الحاجؒ جو بڑے اکابر ومستندین میں داخل ہیں مدخل میں فرماتے ہیں:

ومن جملة مااحدثوہ من البدع من اعتقادهم ان ذلك من اکبر العبادات وانهامن الشعائر مایفعلونه	اور ان بدعات میں سے جو انہوں نے ایجاد کرلی ہیں ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ سب سے بڑی عبادت وشعائر کا اظہار یہ ہے جو وہ کرتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول میں

فی شھر ربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلك علی بدع ومحرمات الیٰ ان قال وھذہ المفاسد مترتبة علی فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا وعمل طعام فقط ولوی به المولد منه ودعی الیه الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فھو بدعة بنفس نیةٍ فقط لان ذلك زیادة فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولیٰ ولم ینقل من احد منھم ان نویٰ المولد ونحن نتبع السلف فیسعنا ماوسعھم انتھیٰ

میلاد کرتے ہیں جن میں بدعتیں اور حرام باتیں ہوتی ہیں یہاں تک کہ کہا اور یہ تمام مفاسد مرتب ہیں میلاد کرنے پر اگر اس میں سماع بھی ہو، اور اگر سماع نہ ہو اور صرف کھانا پکایا جائے اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا جائے اور جو باتیں اوپر لکھی گئی ان سے سلامت رہے تو بھی فقط نفس نیت کی وجہ سے بدعت ہے اس لئے کہ یہ دین میں زیادتی ہے اور گذرے ہوئے سلف صالحین کا یہ عمل نہیں ہے اور آپ کی پیروی بہتر ہے، اور سلف میں یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے میلاد کی نیت کی ہو اور ہم سلف کا اتباع کرتے ہیں تو ہمارے لئے بھی اتنی وسعت ہوسکتی ہے جو ان کے لئے ہوسکتی تھی۔

علامہ عبدالرحمٰن کا قول: نیز علامۃ الشیخ عبدالرحمٰن المغربی الحنفیؒ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ان عمل مولد بدعة لم یقل به احو لم یفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة انتھیٰ وکذا فی الشرعة الالھیہ کہ میلاد کرنا بدعت ہے جس کا کوئی معتبر عالم قائل نہیں ہے، نہ رسول اللہ ﷺ خلفاء وصحابہ ان کے بعد ائمہ نے کیا ہے، **علامہ نصیر الدین الشافعیؒ کا قول:** نیز علامہ مولانا الشیخ الفقیہ نصیر الدین الاودی الشافعیؒ فرماتے ہیں:

لایفعل لانه لم ینقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلثه فی الزمان الطالح ونحن لانتبع الخلف فی ما اھمل السلف لانه یکفی بھم الاتباع فای حاجة الی الابتداع انتھیٰ

نہ کرے اس لئے کہ یہ سلف صالحین سے منقول نہیں ہے بلکہ قرون ثلثہ کے بعد بدبخت زمانہ میں لوگوں نے اس کی ایجاد کی ہے اور سلف نے جسکو ترک کردیا اس میں ہم خلف کی پیروی نہیں کرسکتے اس لئے کہ ان کی پیروی ہی کافی ہے تو نئی چیز نکالنے کی ضرورت کیا ہے؟۔

علامہ شرف الدینؒ کا فرمان: نیز شیخ الحنابلہ علامۂ وقت شرف الدینؒ فرماتے ہیں:

انما یعمل بعض الامراء فی کل سنة احتفالا لمولدہ ﷺ فمع اشتماله علی التکلفات الشنیعة بنفسه بدعة احدثه من یتبع ھواہ ولا یعلم ما امرہ ﷺ صاحب الشریعة ونھاہ انتھیٰ کذافی القول المعتمد

جو بعض امراء ہر سال نبی کریم ﷺ کا میلاد جشن مناتے ہیں تو اس میں علاوہ اس کے کہ تکلفات شنیعہ میں بنفسہ بدعت ہے جس کو اس نے ایجاد کیا ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے کیا حکم دیا اس کو نہیں جانتا جو صاحب شریعت ہیں اور آپنے اس چیز سے منع فرمایا ہے۔

علامہ شہاب الدینؒ کا فرمان: نیز شیخ وقت قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے (سئل القاضی عن مجلس المولد الشریف)۔

قال لاینعقد لانه محدث وکل محدث ضلالة وکل ضلالة فی النار ومایفعلون من الجھال علی رأس کل حولٍ	قاضی صاحب سے مجلس میلاد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کیا نہ جائے اس لئے کہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لیجانے

فی کل شہر ربیع الاول لیس بشئی ویقومون عند ذکر النبی ﷺ الخ

والی ہے اور جو لوگ ربیع الاول کے ماہ میں ہر سال کی ابتداء پر کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں ہے اور وہ ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ آپ کی روح تشریف لاتی ہے اور حاضر ہوتی ہے تو یہ ان کا خیال بلکہ یہ اعتقاد شرک ہے اور ائمہ نے اس کو مثل اور باتوں کے بھی منع فرمایا ہے۔

مولانا فضل اللہ جونپوریؒ کا بیان: نیز مولانا موصوف شیخ فضل اللہ جونپوریؒ بہجۃ المشتاق میں فرماتے ہیں:

مایفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشئی بل مکروہ۔

کہ عوام جو ذکر ولادتِ خیر الانام ﷺ کے وقت قیام وغیرہ کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔

قاضی نصیر الدین گجراتی کا کلام: نیز قاضی نصیر الدینؒ نے طریقۃ السلف میں فرمایا:

وقد احدث بعض الجھال اقولاً کثیرۃ لانجد لا اثراً ولا اسماً فی کتاب ولا سنۃ منھا القیام عند ذکر ولادۃ النبی سید الانام علیہ التحیۃ والسلام۔

اور جو بعض جاہل لوگوں نے بہت سی باتوں کو ایجاد کر دیا ہے جس کا کوئی اثر یا اسم، ذکر، نہ ہم کتاب میں پاتے ہیں اور نہ سنت میں انہی میں سے ایک ولادت سید الانام ﷺ کے وقت قیام کرنا بھی ہے۔

مجدد سرہندیؒ کا ارشاد پاک: نیز عالم حقانی، امام ربانی، محبوب سبحانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ مکتوبات میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

بنظر انصاف دیکھو اگر بالفرض حضور ﷺ اس زمانہ میں موجود ہوتے اور دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجالس واجتماع منعقد ہوتے تو کیا اس سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ، فقیر کا یقین یہ ہے کہ آپؐ ہرگز اس بات کو منظور نہ فرماتے بلکہ انکار ہی فرماتے، فقیر کا مقصد تو صرف اطلاع دینی ہے قبول کریں یا نہ کریں کوئی حرج نہیں اور جنگ کرنے کی ضرورت نہیں اگر وہاں کے مخدوم زادے اور احباب اسی وضع پر ثابت رہنا چاہیں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے بجز محرومی کے کوئی چارہ نہیں فقط زیادہ کی کیا تکلیف دی جائے (از فتاویٰ رشیدیہ ص۱۲۳/ ج۱)۔

ان اکابر واسلاف فضلاء واعلام کے فتاویٰ کے بعد سمجھ دار کے لئے اور کیا چیز ہوگی جس سے وہ ہدایت حاصل کرے گا فبایِ حدیثٍ بعدہ یؤمنون۔

دلائل قائلین بالقیام فی المیلاد:

اس کے بعد قیام فی المیلاد کے قائلین کے دلائل سنئے!

(۱) ذکر اللہ اور ذکر رسول ﷺ کو بحالت قعود وقیام ولیٹ کر کرلینا جائز ومندوب ہے لقولہ تعالی الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم الایۃ اس میں اللہ کو یاد کرنے والے حضرات کی تعریف کی گئی ہے جو کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور ذکر رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی ہے۔

(۲) محفلِ میلاد میں بکثرت اور بار بار حضور ﷺ کا اسم گرامی لیا جاتا ہے اس لئے تعظیم نام کی وجہ سے قیام فی المیلاد واجب ہو۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی ہر سال محفل میلاد میں ولادت شریفہ ہوتی ہے لہذا قیام

واجب ہوا، جیسا کہ ان کی کتاب انوار ساطعہ میں رص ۲۶۶ر پر تصریح ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ بذاتِ خود تشریف لاتے ہیں اس وجہ سے قیام واجب ہے۔

(۵) ذکر ولادت شریفہ کرتے وقت یہ خیال چسپاں ہو جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام بطن مادری سے برآمد ہو رہے ہیں اس لئے اس تصور ہیئت اور صورت خیالیہ کی تعظیم کے واسطے قیام ضروری ہے اور ترک موجب کفر ہے۔

(۶) حضرت فاطمہؓ کے لئے حضور اقدس ﷺ کا قیام فرمانا جیسا کہ جزو اول کی ابحاث میں گذر چکا ہے۔

(۷) حضور ﷺ کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے کھڑا ہونا ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ وضو کر چکے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور کہا مجھ کو پسند آیا کہ دکھاؤں تم کو کس طرح وضو کرتے تھے رسول مقبول ﷺ انتہیٰ، اس سے معلوم ہوا کہ آپ بھی کھڑے ہو کر پیتے ہونگے۔

(۸) زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا بخاری ومسلم میں مروی ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پلایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو پانی زمزم کا پس پیا آپ نے کھڑے ہو کر، الحاصل فقہاء کرام نے ان دونوں پانیوں کو قبلہ رو کھڑے ہو کر پینا مستحب اور مندوب لکھا ہے اس سے صاف تعظیم معلوم ہوئی، یہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تعظیم کے سبب قیام کی کراہت جاتی رہی، پس بفرض محال اگر قیام تعظیمی مکروہ بھی ہوتا تب بھی جو لوگ بارادۂ تعظیم شانِ مصطفیٰ ﷺ کھڑے ہوتے ہیں ان کے لئے درست ہے مکروہ یا شرک یا حرام ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

46

(۹) عمامہ باندھتے وقت کھڑا ہونا بعض فقہاء نے اس کو مستحسن لکھا ہے۔

(۱۰) درمختار میں ہے ویندب القیام عند سماع الاذان۔

(۱۱) مطلق ذکر کی تعظیم میں قیام کرنا تفسیر کشاف میں ابن عمر اور عروہ بن الزبیر اور ایک جماعت سے مروی ہے کہ سب عیدگاہ نکل گئے اور وہاں ذکر اللہ کرنے لگے ان میں سے بعضوں نے کہا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً تب وہ سب کھڑے ہو گئے۔

(۱۲) کھڑے ہو کر مدح ومفاخر رسول ﷺ کا پڑھنا صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت حسانؓ منبر پر کھڑے ہو کر اشعار فخریہ رسول اللہ ﷺ کے پڑھتے تھے۔

(۱۳) روضۂ اقدس ﷺ کی زیارت کرتے ہوئے اس کے سامنے دست بستہ قیام کرنا۔

(۱۴) ازاں جملہ دلائل کے امام عالی مقام احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینیؒ کا جلسۂ حدیث میں تعظیماً کھڑا ہونا (براہین قاطعہ علی رد انوار ساطعہ رص ۲۱۵ر)۔

(۱۵) جس وقت کسی صاحب معرفت کو عشق الٰہی میں وجد صادق ظاہر ہو تو جمیع حاضرین کو کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ امور تعظیمی کے لئے قیام کرنا ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب میں داخل ہے اور نبی کریم ﷺ کا ذکر بھی امور معظّمہ میں سے ہے لہذا اس کی خاطر قیام ہی کیوں ممنوع ہوگا؟۔

(۱۶) شیخ الطریقت امام الشریعت خواجہ خواجگان حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا قیام کرنا، چنانچہ حضرت خواجہؒ نے فوائد السالکین میں لکھا ہے کہ:

ایک بار خواجہ معین الدین چشتیؒ سلوک وتصوف کا وعظ فرما رہے تھے جب داہنی طرف نظر

پڑتی تھی کھڑے ہوجاتے تھے ایک سوبار کھڑے ہوئے، لوگ حیرت میں تھے بعد اختتام جلسہ ایک بےتکلف آدمی نے عرض کیا کہ آپ کیوں بار بار کھڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا جب میری نظر میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ کے روضہ پر پڑتی ہے میں کھڑا ہوجاتا ہوں اس لئے کہ پیر کی تعظیم حالت حیات وممات میں برابر ہے بلکہ بعد موت کے زیادہ ہے (براہین قاطعہ علی رد انوار ساطعہ ص ۲۱۵)۔

(۱۷) وہ روایات جن میں آنیوالے کی خاطر قیام کا حکم ہے جیسا کہ سعد بن معاذ والی حدیث اور حدیث کعب بن مالک حضرت فاطمہؓ وغیرہم کی احادیث بھی ان کا مستدل ہیں، مگر انکے دوسرے فاضلوں نے قیام کو واجب وفرض حتی کہ تارک قیام کو کافر قرار دیا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے بحوالہ غایۃ المرام، اس میں صاف لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے قیام نہ کرنے والا کافر ہے (کذا فی الجنۃ لاہل السنۃ ص ۱۹۵)۔

(۱۸) منجملہ ان دلائل کے وہ دو اصلیں ہیں جو علامہ سیوطیؒ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتب میں ذکر کی ہیں (۱) شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھا ہے۔

عندی ان اصل المولد الذی هو اجتماع الناس وقراءة ماتیسر من القرآن وروایة الاخبار الواردة فی مبدأ امر النبی علیه السلام وما وقع فی مولده من الآیات ثم یمد لهم سماطاً یاکلونه وینصرفون من غیر زیادة علی ذلك من البدع الحسنة۔

میرے نزدیک اصل جو مولود بدعت حسنہ ہے وہ یہ ہے کہ لوگ جمع ہوں اور جس قدر ہوسکے قرآن شریف پڑھیں اور ولادت شریفہ کے متعلق صحیح صحیح روایات بیان کی جائیں پھر کھانا کھلایا جائے اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہو۔

پھر لکھتے ہیں لیس فیه نص ویکون فیه قیاس علی الاصلین۔

اصل اول: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: حدیث عقیقہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا عقیقہ نبوت کے بعد کیا اس میں علامہ نے فرمایا کہ آپ کا عقیقہ تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے کیا تھا اور عقیقہ مکرر نہیں ہوا کرتا تو یہ اپنے وجود کے شکریہ کے واسطے تھا اس پر قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے وجود کے شکریہ میں آپ کی امت باجتماع واطعام طعام کرلے تو یہ مستحب ہوگا انتہی (ملخصاً از الجنۃ ص ۱۹۷)۔

اصل دوم: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی بیان فرمودہ ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ (دسویں محرم) کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا حضور ﷺ نے ان سے معلوم کیا کہ اس دن روزہ رکھنے کا سبب کیا ہے؟ تو اس پر انہوں نے کہا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام کو اور قوم موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون غرق ہوا ہے، پس موسی علیہ السلام نے اس دن بطور شکریہ روزہ رکھا ہے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم زیادہ مستحق ہیں کہ حضرت موسیٰ کے شکریہ کیلئے روز رکھا کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، پس اس سے معلوم ہوا کہ جس دن کوئی چیز وارد ہوئی ہو ہر سال اس دن بالتخصیص اظہار شکر واظہار سرور کا اعادہ جائز ہے، ان دلائل مذکورہ کے علاوہ اور بھی دلائل ہوسکتے ہیں، مگر اصل الاصول اور بنیادی چیزیں تقریباً سب ہی آگئی ہیں جن کی روشنی میں بدعتی علماء نے قیام کو ثابت کیا ہے، پھر اس کی حیثیت کیا ہے اس میں خود ان کے کئی قول بن گئے بعض نے تو مستحب ومستحسن قرار دیا ہے جیسا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب ایک سوال کے

جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر قیام کوفرض یا واجب کہتے تو اعتراض پڑتا بلکہ جائز مستحب و مستحسن کہتے ہیں الخ۔

مگر ان کے بعض فاضلوں نے بہت ہی بہادری کا ثبوت دیا انہوں نے نہ صرف جائز، مباح، مستحب، مندوب، مستحسن بلکہ واجب وفرض اور آگے بڑھکر اس کے تارک کو کافر قرار دیا ہے، اس کی صاف تصریح ان کے فتاویٰ غایۃ المرام میں ہے اس میں صاف مذکور ہے ہر محفل میلاد میں نبی کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں لہذا التعظیما قیام فرض نہ کرنے والا کافر ہے (کذا فی الجنۃ لاہل السنۃ ر ص ۱۹۵ ر کما مر)۔

اب ان کے جوابات بالتفصیل سنئے!

(۱) آیت کریمہ الذین یذکرون اللہ قیاماً الخ سے استدلال کرنا قیام فی المیلاد پر اس وجہ سے باطل ہے کہ آیت کریمہ سے درحالت قیام ذکر کرنا قابل تعریف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ قعوداً اور علی جنوبھم ذکر اللہ کرنا شان اولیاء اللہ ہے کہ وہ اپنے تمام اوقات کو ذکر سے معمور ومنور رکھتے ہیں، ذکر کرتے ہوئے قیام کرنا کچھ اور ہے اور بحالت قیام وقعود وغیرہ ذکر کرنا کچھ اور ہے۔

(۲) یہ بھی خیال فاسد ہے عقلی اعتبار سے اس لئے کہ تعظیم ذات کی اور ہے اور ذکر واسم کی تعظیم اور ہے، تمام دنیا کا مانا ہوا دستور العمل ہے کہ کسی محترم ذات کی تعظیم اور اس کا اکرام سلام ومصافحہ، معانقہ اور قیام سے احترام سے کیا جاتا ہے اور مذاکرہ کے وقت اس کے ذکر واسم کی تعظیم صرف الفاظ تعظیمی سے کیجاتی ہے، اگر مذاکرہ کے

وقت اس کے ذکر یا اسم کو سلام ومصافحہ ومعانقہ اور قیام کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ ہے کہ بے محل و بے جا ہوگا بلکہ اس فعل کو اس محترم کے حق میں مذاق اور استہزاء کرنے میں شمار کیا جائے گا، تجربہ کرکے دیکھ لیا جاوے اور نقلی اعتبار سے اس لئے کہ یہ خیر القرون میں کہیں ثابت ومنقول نہیں ہے۔

(۳) یہ گمان بھی بالکل باطل اور عقل ونقل کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ ماسبق میں ہم اس عقیدہ کے سلسلہ میں اعلام امت کے فتاویٰ تحریر کر آئے ہیں کہ انہوں نے اس عقیدہ کو شرک وکفر قرار دیا ہے لہذا جب یہ عقیدہ ہی غلط وفاسد شرک وکفر ثابت ہوگیا تو اس پر جس کی بنیاد قائم کی جارہی تھی وہ منہدم اور ساقط ہوگئی نیز اس عقیدہ میں ہنود وغیرہ کے ساتھ کامل مشابہت ہے کہ جس طرح وہ یوم ولادت (جنم دن) میں ان کے آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں اور مشہور حدیث میں ہے من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث ر مشکوٰۃ شریف ر ص ۳۷۵ ر ج ۲ ر نیز اس موقع پر تاویل بھی کام نہ آئے گی جو بعض بریلوی فضلاء نے کی ہے کہ قیام درحقیقت اس خیال کی وجہ سے ہے جو ولادت کے وقت چسپاں ہوجاتا ہے، کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب رحمت دوعالم ﷺ کے حالات مبارکہ اقوال وغیرہ بیان کیا کرتے تھے تو وہ محکی پاک ان کی نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا یا اور کوئی واقعہ ہوتا اور کانّی انظرُ الی (گویا کہ میں حضور پاک ﷺ کو دیکھ رہا ہوں) بول اٹھتے اور یہ احادیث میں بکثرت موجود ہے، مگر یہ تو دیکھو اس حکایت اور تصور ذہنی کے ساتھ کبھی کسی نے وہ معاملہ کیا ہو جو خود سرور عالم ﷺ کی ذات شریفہ کے لئے ہونا چاہئے! ہے کوئی جو نبی کریم

ﷺ اور حضرات صحابہ وتابعین ائمہ مجتہدین سے اس کو ثابت کرے کہ جوکسی نے اس تصور ذہنی کوسلام ومصافحہ کیا ہو،جس طرح مصافحہ ومعانقہ ثابت نہیں قیام میں بھی ثابت نہیں ،حالانکہ نبی کریم ﷺ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ نہ جانے کتنی مرتبہ پڑھایا سنا ہوگا ،اور صحابہ نے تلاوت قرآن پاک کے دوران ان واقعات پر کبھی کسی نے قیام کیا ہرگز ہرگز روایات وتاریخ میں موجود نہیں ، دراصل نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری بدعتی علماء نے بعض بزرگوں کے کشف وکرامات سے ثابت کی ہے، چنانچہ محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات کتاب الرویاء میں نقل کیا ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک مرتبہ کرسی پر بیٹھ کر وعظ فرمارہے تھے ہزاروں لوگ اس میں موجود تھے شیخ علی کرسی کے پائے کے قریب تشریف فرما تھے تو شیخ علی کو خواب نظر آیا حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے لوگوں سے فرمایا کہ خاموش ہوجاؤ اور یہ فرما کر شیخ عبدالقادرؒ باادب شیخ علی کے سامنے کھڑے ہوگئے، جب وہ اپنے خواب سے بیدار ہوئے تو حضرت شیخ جیلانیؒ نے فرمایا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی اسی وجہ سے میں سرکار دوعالم ﷺ کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہوگیا تھا حضور ﷺ نے آپ کو کسی چیز کی تاکید ووصیت کی ہے،اسی پر انہوں نے کہا کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ حاضری کی ،شیخ علی کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا وہ شیخ جیلانی ہیں بیداری کے عالم میں دیکھ لیا اسی روز سات اولیاء کا انتقال ہوا /اشعۃ اللمعات ۶۴۰/ج ۳/اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا کشف ومکاشفہ حجت ودلیل نہیں بن سکتا ہے اور یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ کبار علماء نے کہی ہے، چنانچہ حضرت شیخ المشائخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے

سامنے جب کوئی ان کے شیخ کا فعل پیش کرتا تو وہ فرماتے کہ فعل مشائخ حجت نباشد کہ مشائخین کا فعل حجت نہیں ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۷/ج ۱)۔

علاوہ ازیں خواب کی بات ہے ایک بزرگ نے خواب میں زیارت کی دوسرے بزرگ کو ان کے خواب کا کشف ہوگیا ان پر کیفیت طاری ہوگئی اگر خواب میں کوئی شخص فرض نماز ادا کرتا دیکھے یا حج یا عمرہ وغیرہ کرتا دیکھے تو اس کے فریضے ساقط نہ ہوں گے بلکہ یہ چیز بس ایک بشارت ہوگی نہ اس پر احکام لاگو ہوں گے،خواب خواب ہی ہے اور حقیقت حقیقت ہی ہے۔

نیز حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا کہ مشاہدہ کے واسطے ارواح کا مشاہد کے گھر آنا ضروری نہیں بلکہ قلب منور بعید سے ہی دیکھتا ہے مثل قرب کے، اللہ تعالی اس کے اندر ایسی طاقت پیدا فرمادیتے ہیں ،علی ہذا قصہ حضرت شیخ جیلانیؒ کا کشف روحی ہے اس میں انتقالِ منزل کی کچھ حاجت نہیں اور وقت انکشاف جب حضور ہوگیا تو ادب ضروری ہے پس اس سے قیام پر استدلال اور روح مصطفویؐ کا مجلس میلاد میں آنے کا ثبوت محض ناواقفیت پر مبنی ہے، اگر کوئی خواب میں سرکار دوعالم ﷺ کو دیکھے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ گھر تشریف لائے ؟لہذا اس سے میلاد مروجہ میں قیام پر استدلال بھی غلط اور فاسد ہے۔

(۶) یہ جزء اول سے متعلق ہے اس جزء یعنی قیام فی المیلاد سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے، آنے والے کی خاطر قیام کرنا درست ہے، رہا قیام فی المیلاد اس کا کوئی ثبوت نہیں لہذا وہ بدعت ہے، پھر مجلس میں عین ذکر ولادت کے وقت ہی قیام

کرنا کیا ضروری ہے شروع سے اخیر تک قیام ہونا چاہئے تا کہ کچھ مجاہدہ بھی ہو، پھر صرف ماہ ربیع الاول ہی میں کیا ضروری ہے پورے سال تمام مجلسوں اور تمام ان مجلسوں میں جہاں جہاں ذکر رسول اللہ ﷺ ہو ان میں ہونا چاہئے، ظاہر ہے کہ اس میں تکلیف بھی ہے اور تکلف بھی جس کا شرع نے حکم نہیں فرمایا۔

(۷) اس سے مطلقاً وضو کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہوکر پینا ثابت ہوتا ہے کہ کسی خاص وضو کے پانی کا مثلاً ظہر کے لئے وضو کا مابقی پینا ہے اور اس پر التزام کرنا اس کی تخصیص کرنا ہے، اب بتائیے کہ بدعت ومکروہ نہ ہوجائے گا؟ جیسا کہ کسی سورت کا نماز میں متعین کردینا اس طور پر کہ دوسری سورت نہ پڑھے یہ مکروہ و بدعت ہوگا، ایسے ہی قیام کو کسی خاص ذکر کے ساتھ مختص کردینا یہ بھی بدعت ومکروہ وممنوع ہوگا ہاں مطلقاً قیام نہ ممنوع نہ مکروہ، مگر ایسا قیامیوں کے یہاں کہاں ہے وہ ایک بار ترک پر بھی مخلص مسلمان کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ واقعات شاہد ہیں، لہذا یہ دلیل بھی نہایت رکیک بلکہ لچر ہے۔

(۸) اس کا وہی جواب ہے جو نمبر سات کا گزر چکا ہے کہ زمزم مطلق ہے کسی خاص فرد زمزم میں یہ معاملہ مکروہ ہوگا، پھر زمزم کو کھڑے ہوکر پینا بعض علماء کے نزدیک فقط جائز ہے ضروری کسی کے نزدیک بھی نہیں صرف برکت کے طور پر ایک عمل ہے۔

(۹/۱۰) اس کا وہی جواب ہے جو نمبر آٹھ کا ہے کہ کسی خاص فرد میں تخصیص کردی جائے گی تو مکروہ ہوگا۔

(۱۱) اس سے مطلق ذکر میں قیام ثابت ہورہا ہے گفتگو قیودات وخرافات

کے ساتھ قیام میں ہے اور وہ اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ خود مستدل نے سمجھا ہے اور مطلق کا کوئی منکر نہیں جب کہ وہ قیودات وخرافات سے خالی ہو۔

(۱۲) ان کا قیام کرنا برائے تعظیم ذات رسول ﷺ ہوگا یا اور کسی وجہ سے اس تصور سے ان کا قیام کہ میں حضور ﷺ کا ذکر کررہا ہوں ہرگز ثابت نہیں، تلاوت قرآن کریم بیٹھ کر کریں اور خاص ذکر رسول ﷺ کے وقت قیام کریں ایسا صحابہ کرامؓ کے عمل سے قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۱۳) یہاں تو روضۂ اقدس ﷺ سامنے ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنا ہے جیسا کہ احادیث اس پر دال ہیں، لہذا اس سے میلاد میں قیام پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی والد کے آتے وقت قیام پر اس کے محض تذکرے کو قیاس کرکے وہاں بھی قیام کرے، نیز ظاہر ہے کہ میلاد میں نہ روضۂ اقدس سامنے ہوتا ہے اور نہ حضور سرکار دوعالم ﷺ کی ذات اور ذکر ومذکور ذات اور اسم کی شرعی حیثیات اور انکے احکام علیحدہ ہیں جیسا کہ اہل علم وفہم پر روشن ہے، مثلاً بیت اللہ کے جو احکام ہیں وہ بیت اللہ کے ذکر کے نہیں ہیں دونوں میں فرق ظاہر ہے ورنہ نام کا بھی طواف کرنا لازم آئے گا۔

(۱۴) یہ حضرات حدیث شریف کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے ہیں ساری احادیث قابل تعظیم ہیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ از اول تا آخر کھڑے ہوکر احادیث بیان فرماتے ہوں، ظاہر ہے کہ جب اتنا بڑا محدث کھڑا ہوگا جو استاذ زمانہ ہے تو پھر دوسرے لوگ کیسے بیٹھے رہیں گے؟ تو لازم آیا کہ از اول تا آخر سارے حضرات

کھڑے ہوئے رہتے تھے تو جلسہ کہاں ہوا؟ جب جلوس ہی ندارد ہے، بلکہ وہ تو شروع ہی سے کھڑے ہیں یا کسی خاص حدیث کے وقت کھڑے ہوتے تھے ہمیشہ ان کا معمول تھا یا کبھی کبھی اور اس کو مباح ومستحب واجب وفرض ومندوب کس درجہ کا سمجھتے تھے اتنی سب چیزوں کے احتمال کے ساتھ اگر ثابت ہوگا بالفرض تو مطلقاً نہ کہ میلاد میں التزام کے ساتھ خاص تداعی واہتمام کے ساتھ ان خرافات واہی تباہی چیزوں کے ساتھ امور محرمہ ممنوعہ کے انضمام کے ساتھ۔

(۱۵) اس میں یہ مذکور ہے کہ صاحب حال صادق اور وجد حقیقی کے ساتھ متصف شخص کے ساتھ اوروں کو بھی اس کے ساتھ کھڑا ہوجانا چاہئے، دراصل یہ مسئلہ طبی ہے نہ کہ شرعی، امام غزالیؒ کے حوالہ سے ہم آئندہ صفحات میں اس کو قدرے تفصیل کے ساتھ لارہے ہیں، نیز اس سے مطلق قیام ثابت ہوتا ہے کیوں کہ وجد وحال کا کوئی وقت متعین نہیں اس لئے کوئی خاص بات بھی طے نہیں، اگر ایسا ہوا تو یہ علامت ہے کہ وجد صادق نہیں بلکہ اختراعی اور بناوٹی ہے، جیسا کہ آج کل کے مدعیان تصوف طبلہ باز کا اور میلاد میں حاضرین کا حال ہے، لہذا ایسے شخص کو دوسروں پر قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے فانی یقاس الحدادین بالملوك لوہاروں کو بادشاہوں پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟۔

(۱۶) ایک مخصوص واقعہ ہے جس سے مسئلہ کلی پر استدلال ہرگز کوئی علمی قابلیت کی دلیل نہیں ہے وہ اپنے حال میں معذور ہیں، طریق عشق اور ہے اور راہ سنت واعتدال مسلک شریعت اس باب میں اور ہے جبکہ افعال مشائخ حجت نباشد،

ہم شیخ نصیرالدین کا قول نقل کرچکے ہیں، پھر وہاں ان کے شیخ کا روضہ سامنے تھا یہاں صرف ایک خیال ہے۔

(۱۷) ان احادیث کا تعلق قیام برائے قادم سے ہے نہ کہ قیام فی المیلاد سے اور یہ دونوں چیزیں بالکل علیحدہ ہیں یہ غلط مبحث ہے اور دوسروں کو مغالطہ میں ڈالنے کا غلط راستہ ہے۔

لطیفہ: ایک جگہ میلاد ہورہی تھی ایک صاحب پہنچ گئے انہوں نے یہ پڑھنا شروع کیا ''محفل میلاد میں آرہے ہیں پھول پھول'' اور کافی دیر گزر گئی لوگوں کا شدید اصرار تھا کہ دوسرا مصرع پڑھیں تب پڑھا ''محفل میلاد میں آرہے ہیں پھول پھول۔ کان کاٹے ہیں خدا نے ناک کاٹیں گے رسول'' کیونکہ وہاں کچھ کان کٹے تھے۔

(ملفوظات فقیہ الامت قسط۱۰/ج۲/ص۶۲)

(۱۸) ان دلائل کے بعد اب ہم ان دو اصلوں کی حقیقت کی طرف کلام کا رخ پھیرتے ہیں جن کو دو بڑے عالموں نے بیان فرمایا ہے۔

(۱) اصل علامہ سیوطیؒ نے بیان فرمائی ہے جس میں عقیقہ کا بعد النبوت کرنا مذکور ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ سفر السعادۃ میں اور اس کی شرح میں شیخ عبدالحق نے فرمایا: اما در اسناد آں ضعفے ہست وخالی از بعد ہم نیست انتہی، اور بعض نے اس کو موضوع بھی کہا ہے، لہذا ضعیف حدیث موجب عمل نہیں اور اس سے قیاس بھی غلط ہے (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث عقیقہ میں زمانہ کی کوئی قید نہیں ہے کہ کس ماہ کی کس تاریخ میں کیا، پھر اس سے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ر کو میلاد ثابت

کرنا عقل کو داد دینا ہے اس سے محض ذبح یعنی اراقۃ الدم ثابت ہوا نہ اطعام طعام نہ اور کوئی چیز (۳) تیسری بات علامہ سیوطیؒ نے اس سے نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے لہذا شکر خالی از قیود ات ہونا چاہئے اور قیودات کے ساتھ شکر مخصوص طور پر مع الدوام ہرگز ثابت نہیں ہوتا (۴) چوتھی بات عقیقہ کے معنی لغوی وشرعی دونوں کو علامہ موصوف نے ترک فرما کر ایک مجازی معنی دم شکر اس سے لئے ہیں لہذا ایسے مسئلہ میں بلا دلیل قوی کسی چیز کا اثبات جبکہ اس کے خلاف دلائل موجود ہوں غلط ہے (۵) پانچویں بات دم شکر یہ بایں معنی اگر مستحب تھا تو کوئی تو صحابی، تابعی، امام اس کو کرتا اس کا بالکلیہ متروک ہونا حیرت کی بات ہے، اب چھ سو برس کے بعد اس پر عمل کرنے والے اور شریعت کو سمجھنے والے پیدا ہوئے ہیں (٦) چھٹی بات اللہ رب العزت نے خود نبی کریم ﷺ کی بعثت کو تمام مخلوق پر احسان عظیم قرار دیا ہے فرمایا لقد من اللہ علیکم اذ بعث فیکم رسولاً الایۃ اور اس کا شکر یہ بندوں پر ضروری قرار دیا ہے فرمایا واشکروا نعمۃ اللہ علیکم ان کنتم مؤمنین الآیۃ اور دیگر آیات ہیں، لہذا طلب شکر کو اللہ نے مطلق رکھا کسی وقت وزمانہ، کسی خاص عمل کسی خاص چیز کے ساتھ مختص نہیں فرما، یا لہذا اس میں زیادتی موجب تغیر نص ہے یہ باطل ہے، مطلق میں کوئی کلام نہیں اس کو قیودات کے ساتھ کرنے کے ہم منکر ہیں۔

(٦) اصل دوم شیخ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ کی بیان فرمودہ ہے جس میں مدینہ میں حضور اقدس ﷺ کا تشریف لا کر روزۂ عاشورہ رکھنا ثابت ہوتا ہے اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس روزہ کو قبل الہجرت مکہ میں بھی رکھتے تھے،

52

عن عائشۃؓ قالت کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ ﷺ یصومہ فلما قدم المدینۃ (علی عادتہ قسطلانی واقرایضا ابن حجر فی شرح البخاری) امر الناس بصیامہ فلما فرض رمضان ترك یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ اس سے مسئلہ صاف ہوگیا کہ یہ روزہ صرف مدینہ طیبہ میں یہود سے سنکر موسیٰ علیہ السلام کی نجات کے شکریہ میں ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ بعادۃ سابقہ، جیسا کہ علامہ قسطلانیؒ نے علیٰ عادتہ کا اضافہ فرمایا ہے، اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تھا کیونکہ عاشوراء کا روزہ پہلے فرض تھا پس یہ روزہ علی عادتہ رکھا گیا مگر اس کا حکم اب زائد مؤکد طریقہ پر ہوگیا پھر دوسرے سال فرضیت منسوخ ہوگئی، تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجاتِ موسیٰؑ کی وجہ سے یہ روزہ نہ تھا بلکہ علی عادتہٖ بافتراض اللہ تھا اور یہود کے جواب میں نحن احق بموسیٰ منکم، بطور الزام کے تھا، یعنی ہم اتباع موسیٰؑ کے زیادہ مستحق ہیں اور تم تو ہر بات میں اپنی خواہشات کے پیرو کار رہو لہذا دعوی اتباعِ موسیٰؑ بے محل ہے یہ الزام تھا نہ کہ وجہ صوم، مسلم شریف میں ہے عن ابی موسیٰؓ قال کان یوم عاشواء یوماً یعظمہٗ الیھود وتتخذہ عیدا فقال رسول اللہ ﷺ صوموا انتم وفی روایۃٍ وخالفوا الیھود یہود اس دن میں دو کام کرتے تھے (۱) صوم (۲) دوسرے اس کو یوم عید گردانتے تھے لہذا یہود کی مخالفت کا حکم فرمایا اس سے بہیئتِ اجتماعی مخصوص طریقہ کے ساتھ میلاد کا اثبات ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔

(۲) شکر نفس وجود صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق نص سے ثابت ہے لہذا اس سے مخصوص قیام پر استدلال ہرگز ممکن نہیں ان دونوں اصلوں کا جواب اوپر عرض کیا جا چکا ہے، اس سے بعض نے سمجھ لیا کہ علامہ سیوطیؒ اور حافظ عسقلانی میلاد کے قائل ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سوال: کیا واقعی ایسا ہی ہے؟ ہم جواب میں دو باتیں عرض کرتے ہیں (۱) اول یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اور علماء اعلام نے ان کے نظریہ کی مخالفت کی ہے یہ بر سبیل تسلیم ہے (۲) ان کے دور میں اتنے مفاسد وقبائح لغویات وہفوات باطلہ، خیالات ضالہ، اعمال مضلہ نہ تھے لہذا ان بزرگوں نے جس کا اثبات کیا ہے وہ ان تمام خرابیوں سے جو ان کے بعد میں پیدا ہوگئیں خالی ہونے کی صورت میں ہے اور ان قیودات وخرافات ہونے کی صورت میں ہرگز نہیں، بلکہ اگر وہ یہ سب دیکھتے تو سب سے اول تردید کرنے والوں میں نظر آتے جیسا کہ محدثین کرام اور ارباب شریعت کا طریقہ ہے۔

لمحہ فکریہ:

جن بدعتی لوگوں نے قیام کے فرض ہونے کا فتویٰ دیا ہے ان کے اس فتویٰ سے حضور اقدس فداہ امی وابی ﷺ کے زمانہ سے لیکر سات سو برس تک تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور اس قیام میلادی کی ایجاد سے پہلے تک کے تمام مسلمانوں پر ولادت کے ذکر میں قیام نہ کرنے کی وجہ سے کفر وفسق لازم آتا ہے اور یہ فتویٰ علماء حقہ پر بے ادبی وتوہین نبوی کا الزام عائد کرتا ہے جس کی ضلالت بالکل عیاں ہے، یہاں آکر تو اہل بدعت کو سوچنا چاہئے کہ ان کی حرکات سے کیسے کیسے مظالم ہو رہے ہیں سارے صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین، صوفیاء، فقہاء، علماء سارے کافر یا

فاسق ہوگئے تو پھر اسلام میں رہا کون؟ اور یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے تو کون مسلمان ہوگا؟ یہ ان کے فتوی کا نتیجہ ہے جو سراسر خلافِ قرآن وسنت ہے، کیا ان چیزوں سے بھی کوئی بدعتی بھائی عبرت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہے؟ الیس منکم رجلٌ رشیدٌ دیکھئے یہ لوگ ضلالت کے کس قعر عمیق میں جا پہنچے فماذا بعد الحق الا الضلال نبی کریم ﷺ صحابہ وتابعین ومن بعدھم ممن تبعہ باحسان الی یوم الدین کا راستہ چھوڑ کر کس کا راستہ اختیار کر رہے ہیں اور اس کو دین وشریعت کا اہم جزء قرار دے رہے ہیں۔

دلائل مانعین قیام:

یہاں تک قیام کے قائلین کے دلائل اور ان کی تردید مذکور ہوئی، اس کے بعد اہل حق کے دلائل اس کے عدم جواز کے متعلق سنئے! جسے پڑھ کر آپ کی زبان پر بلا اختیار الآن حصحص الحق آجائے گا۔

دلیل اول: سب سے اول دلیل اس کے عدم جواز کی اس کا نو ایجاد ہونا ہے اصطلاحی الفاظ میں اسے بدعت سے تعبیر کر لیجئے جس کی تعریف یہ ہے ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ ﷺ من علم اوعمل بنوع شبھۃ اواستحسان وجُعِلُ دیناً قویاً وصراطاً مستقیماً یعنی ایسے کیسے قول وعمل کو کسی شبہ یا استحسان کی وجہ سے دین کا عمل اور صراط مستقیم کی طرح قرار دینا جس کا سنت سے نہ صرف ثبوت ہو بلکہ وہ سنت کے خلاف نو ایجاد ہے بدعت قبیحہ شنیعہ ہے، یہ تعریف علامہ شامی قدس سرہ نے فرمائی ہے اور

مولانا عبدالحیؒ نے اپنے فتاویٰ میں مختصر الفاظ میں تعریف یہ کی ہے مـالـم یـدل عـلـیـہ دلـیـل شـرعـی یعنی جس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو یعنی ایسی کسی چیز کو جو دین میں سے نہیں ہے اس کو دین سمجھ کر کرنے کا نام بدعت ہے، قرون ثلثہ، عہد رسول اللہ ﷺ وعہد صحابہ وتابعین میں اس کے وجود کی کوئی اصل نہ ہونا، اور بعض نے کہا کہ اس کے غیر شرعی وبدعت ہونے کی دلیل قرار دیا جاتا ہے، ایسے ہی قیام فی المیلاد بھی ہے بدعت سئیہ ضالہ کی تعریفات اس پر پوری پوری منطبق ہوتی ہیں جس کے بعد اس کے بدعت ضلالت موجبِ نار ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

دلیل دوم: بعض چیزیں فی ذاتہ فی نفسہ جائز ومباح ہوا کرتی ہیں مگر جب ان کے ساتھ امور محرمہ قبیحہ منضم ہو جاتے ہیں تو پھر اس کو ممنوع وحرام قرار دیا جاتا ہے، چنانچہ اسی قاعدہ کے تحت فعل مباح بلکہ مستحب بھی کبھی غیر مشروع وناجائز قرار دیا جاتا ہے جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے لیکن وہاں اگر کوئی امر خلاف شرع ہو تو اس وقت جانا ممنوع ومحظور قرار دیا جائے گا، اس قبیل سے نفل نماز پڑھنا جو خیر موضوع ہے مگر اوقات مکروہہ میں سارے فقہاء مکروہ لکھتے ہیں، اسی طرح قاعدہ ہے کہ جس چیز سے مسلمانوں کو ضرر دینی ونقصان ایمانی ہوتا ہو اس سے ان کو بچانا ضروری ہے، اس لئے اگر خواص کے کسی غیر ضروری وواجب کام سے عوام الناس کے عقائد خراب ہونے لگیں تو وہ کام خود خواص الناس کے حق میں بھی ممنوع وناروا ہو جائے گا، دلیل اس قاعدہ کی یہ ہے کہ روایات صحیحہ میں موجود ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے حطیم کو (جس کو قریش نے قلت مال حلال کے سبب باہر نکال دیا تھا) اس کو بیت اللہ شریف میں

داخل کرنے کا عزم فرمایا مگر اس خیال سے کہ حدیث الاسلام (نئے مسلمان) لوگوں کے عقائد میں خلل وفتور اور ان کے قلوب میں خلجان وزیغ نہ ہو جائے کہ سوچنے لگیں کہ اس نئے نبی نے (العیاذ باللہ) کعبہ کو منہدم کرنا شروع کر دیا وغیر ذلک من سوء الظن بالنبی الکریم ﷺ، اور حطیم کو داخل کرنا کوئی واجب وفرض کام نہ تھا اس لئے نبی اقدس ﷺ نے اس قصد کو ملتوی فرمایا اور بالتصریح والایضاح اس وجہ کی طرف اشارہ بھی فرما دیا، حالانکہ وہ کام مستحسن تھا مگر ضرر عوام کے خیال واندیشہ سے اس امر مستحسن کو ترک فرما دیا، اس کی وجہ سے فقہاء کرام نے بعض جائز چیزوں کو مکروہ وممنوع قرار دیا، جیسے نمازوں کے بعد سجدہ کرنا کہ کہیں لوگ اس کو سنت یا واجب نہ سمجھنے لگیں اور یہ نوبت آنے پر وہ مکروہ ہو جائے گا کہ تصحیح عقائد اعمال پر مقدم ہیں اور اگر وہ فعل شرعاً ضروری ہو گا تو پھر اس فعل کو ترک نہ کریں گے اور حرام چیزوں کی اصلاح کی جائے گی، جیسا کہ جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت ہو تو اس امر مکروہ کے اقتران وانضمام سے جنازہ کے ساتھ جانا ترک نہ کریں گے خود اس نوحہ کرنے والی کو منع کریں گے کیونکہ وہ امر ضروری ہے اس کراہت عارضی کے سبب اس کو ترک نہ کریں گے (کذا فی اصلاح الرسوم ص ۹۶)
لہٰذا بقاعدہ اولیٰ وثانیہ قیام فی المیلاد ممنوع وناجائز وحرام ہو جائے گا۔

دلیل سوم: جب رسول اللہ ﷺ نے حیات پاک میں ذات اقدس کی خاطر بھی قیام بالتشدید منع فرمایا تو محض ذکر ذات وصفات کی وجہ سے قیام کیسے ناپسندیدہ وناگوار بلکہ مبغوض ومحرم قرار نہ دیں گے اور اس سے آپ کو کتنی اذیت وتکلیف ہو گی جس کا موجب غضب الٰہی ہونا ظاہر ہے۔

دلیل چہارم: پوری حیات طیبۂ نبی کریم ﷺ میں ایک بار بھی باقاعدہ مخصوص طریقہ سے ماہ ربیع الاول کی ۱۲ کو مجلس میلاد منعقد کرنا ثابت نہیں، اگر یہ جائز چیز بھی ہوتی چہ جائے کہ مباح ومستحب، واجب وفرض تو بیان جواز کے لئے کم ازکم اس کو عمل میں لاتے۔

دلیل پنجم: صحابہ وتابعین میں سے کسی سے ہرگز منقول نہیں ہے اگر یہ محبت رسول ﷺ وثواب کی چیز ہوتی تو اکابر واسلاف صالحین جن پر دین کا مدار ہے اس کو کرتے۔

دلیل ششم: اگر یہ قیام کسی مقصد کی وجہ سے ہے اس میں چار احتمال ہیں۔

(۱) حضور اقدس ﷺ تشریف لاتے ہیں (۲) ولادت کی تعظیم مقصود ہے، یعنی یہ عقیدہ ہے کہ اس وقت آپ پیدا ہورہے ہیں، جیسا کہ بعض جگہ اس کا دستور ہے کہ پس پردہ کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے اور عین ذکر ولادت کے وقت وہ عورت اس بچہ کی چٹکی لیتی ہے جس سے وہ رو پڑتا ہے اس کی آواز سنکر سب درود وسلام پڑھتے ہیں (۳) ذکر ولادت کی تعظیم مقصود ہے (۴) صرف ذکر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مقصود ہے۔

احتمال اول کا بطلان: بلکہ اس کا کفر وشرک ہونا بالدلائل والبراہین وتصریحات الاعلام لکھا جاچکا ہے۔

احتمال دوم: کہ اس وقت ولادت ہورہی ہے یہ خیال کرنا کسقدر بیہودہ لغو وباطل ہے اس کی انتہا ہی نہیں ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب تک پیدائش نہیں ہوئی تو قرآن پاک کس پر نازل ہوا، احادیث کا مجموعہ کس کا ہے ۲۳ سالہ مبارک زندگی غزوات، اصول، ارکان، جہادی امور، ہجرت، فتح مکہ کے واقعات اور چودہ سو سالہ کارنامے یہ کیسے

ہیں؟ اور کیا گھر گھر میں جہاں میلاد ہوتا ہے وہیں ولادت ہوتی ہے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات سبعین الف مرۃً ممکن ہے محبت وعشق کے شوق میں یہ لوگ ولادت شریفہ کی نقل اتارتے ہیں اور کسی عورت کو فرضاً رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ اور بچوں کو رسول اللہ ﷺ اور پھر اس کی ولادت کی آواز کے وقت درود وسلام پڑھتے یہ اول سے زائد خطرناک خیال وعقیدہ ہے استغفر اللہ العظیم یہ کس قدر قبیح وجاہلانہ حرکت ہے۔

ان کنت تدری فتلك مصیبۃ

وان کنت لاتدری فالمصیبۃ اعظم

احتمال سوم: کہ ذکر ولادت کی وجہ سے قیام کیا گیا ہو یہ بھی ازروئے حدیث غلط ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں دوشنبہ میں پیدا ہوا ہوں یہ فرماکر آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے قیام نہیں فرمایا، اللہ رے یہ بدعقلی اور کج فہمی! یہ حدیث محدثین وغیرہم نے نہ جانے کتنی جگہ لکھی اور سنائی مگر کسی نے قیام نہ کیا، امام المحدثین امام بخاریؒ نے اتنے آداب واحترام سے احادیث جمع کی غسل ومسواک کرکے دو رکعت پڑھتے مگر ولادت وغیرہ کی احادیث کے وقت قیام نہیں کیا۔

احتمال رابع: کہ محض ذکر رسول ﷺ کی وجہ سے تعظیم ہو یہ بھی غلط ہے، صحابہ وتابعین نے احادیث بیان فرمائی ہیں اور خاص کر مسجد نبویؐ میں اشارہ کرتے تھے ”قال صاحب ھذا القبر“ مگر کسی نے قیام نہ کیا، اس کے برخلاف ایک بار رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا ”اجلسوا“ یہ سنکر جو جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا، ایک صحابی نے یہ آواز سنی تو دور جگہ پر تھے وہیں بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا آگے آجاؤ۔

دلیل ہفتم: سب سے اہم فریضہ نماز ہے اس کے متعدد ارکان ہیں ان میں درود شریف قیام کی حالت میں نہیں ہے بلکہ تشہد کی حالت میں پڑھا جاتا ہے اگر اس وقت قیام کیا جائے جیسا کہ وہ ذکر رسول ﷺ کی تعظیم کا مقتضیٰ ہے تو انشاء اللہ جن کے یہ لوگ متبع ہو کر حنفی کہلاتے ہیں وہی ان کی نماز کے فساد و بطلان کا فتویٰ دیں گے ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الالباب۔

اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں مگر یہاں اتنے پر اکتفاء کرتا ہوں، کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کے طریق پر یہ دلائل حقہ دلائل باطلہ پر غالب ہیں، پھر حضور اقدس ﷺ کی معراج اور وفات کا ذکر بھی تو ذکر ہے نزول وحی کا ذکر بھی ذکر ہے، اس کے علاوہ بے شمار واقعات، معجزات، کمالات، اوصاف، خصائص ہیں ان کا ذکر بھی ذکر ہے، ان سب میں ولادت ہی کی کیا تخصیص ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ فقط ایک رسم ہی رسم ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں، جب قیام سراسر خلاف شریعت مطہرہ ہے تو اس کا ترک واجب وضروری ہے، ناجائز کاموں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انسان ضروری کاموں سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے، حدیث شریف میں فرمایا ما احدث قوم بدعۃ الارفع مثلھا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ (مشکوۃ شریف ص۲۱/ج۱)۔

واقعی ایسا ہی ہو رہا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض قوموں میں اپنے بڑوں کے سامنے جھکنے اور شانہ پر ہاتھ رکھوانے کا رواج ہے جس کی وجہ سے ان کے یہاں سے مصافحہ کی سنت ختم ہو گئی، حالانکہ یہ انحناللمخلوق تعظیماً بعض کے نزدیک

کفر ہے، اس میں بعض مشائخ نے فرمایا ہے کاد الانحناء ان یکون کفراً اور کسی نے مکروہ تحریمی وحرام لکھا ہے (اس کے لئے مرقات واشعۃ اللمعات دیکھئے) اسلئے یہ لوگ قیام کر کے سمجھتے ہیں کہ بس رسول اللہ ﷺ کا حق ادا ہو گیا اس کے برخلاف وہ لوگ جو طریق مروج کو منع کرتے ہیں ان کا ایک ایک لمحہ خدا اور رسول ﷺ کی یاد میں گذرتا ہے ہزاروں بار درود شریف پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور وہ ان تکلفات سے جو محبت نہ ہونے کی ایک علامت ہے اس سے کوسوں دور رہتے ہیں، چنانچہ شیخ المشائخ، قطب دوراں، محدث وقت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مرادآبادی جو عاشق رسول تھے ان کو اللہ اور رسولؐ سے عشق کے درجہ کی محبت تھی ان سے کسی نے کہا کہ حضرت آپ میلاد نہیں پڑھتے؟ فرمایا ہم تو ہر وقت میلاد پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے شعر پڑھا:

تر ہوئی باراں سے سوکھی زمیں
یعنی آئے رحمۃٌ للعالمین

اور فرمایا ہم تو ہر وقت لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں یہ مولود ہی تو ہے اگر رسولِ خدا پیدا نہ ہوتے تو رسول کیسے بن جاتے یہ فرما کر کھڑے ہو گئے اور کچھ تکلفات کرسی چوکی وغیرہ کے نہ فرمائے۔

ایک عالم سے کسی نے کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے روکتے ہو فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی بے تعظیمی سے روکتے ہیں، کیونکہ تم اللہ کے ذکر کے وقت قیام نہیں کرتے حالانکہ وہ ہمہ وقت حاضر وناظر موجود ہے اور تم اس کے سامنے موجود ہو، لہذا اگر سارا ذکر از اول تا آخر قیام کے ساتھ کرو اور سامعین بھی قیام کریں اور اس میں

قبائح ومفاسد بھی نہ ہوں تو ہم ہرگز منع نہ کریں گے، علماء دیوبند کو بدنام کرتے ہیں کہ یہ لوگ گستاخ رسول ﷺ ہیں استغفر اللہ العظیم رسول اللہ کا ذکر تو ہمارا عین ایمان ہے بھلا اس سے کوئی مسلمان روک سکتا ہے؟ بلکہ درحقیقت ان منکرات سے منع کرتے ہیں جو اس میں شامل ہوگئے اس واسطے اب اس کو باقی رکھا جائے اور قبائح کو ختم کیا جاوے یا بالکلیہ سرے سے ہی اس کو ختم کردیا جائے، اس میں صوفیاء وعلماء کی رائیں مختلف ہوگئیں، صوفیہ کہتے ہیں کہ فعل مستحب کو کسی حال میں ترک نہ کیا جائے اور منکرات کی اصلاح کی جائے اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ بعض احوال میں منکرات کی اصلاح اسوقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس فعل مباح ومستحب کو ترک نہ کیا جائے اس لئے شیوع منکرات کے وقت وہ مستحب ہی کے ترک کا حکم فرماتے ہیں جس کے ساتھ منکرات کا اتصال وانضمام ہوگیا اور اس بارے میں علماء کی رائے مانی جائے گی، کیونکہ صوفیہ تو اہل شوق ہیں ان کو دوسرے کے انتظام کی پرواہ نہیں یعنی وہ صوفیاء جو محض صوفی ہوں عالم محقق نہ ہوں اور علماء منتظم ہیں اور منتظم کی رائے غیر منتظم کی رائے پر مقدم ہوا کرتی ہے، دونوں کی حالت کا فرق ایک مثال سے سمجھئے! مثلاً موسم وباء میں اطباء کا اس پر اتفاق ہوجاتا ہے کہ آج کل امرود زائد کھانا مضر ہے اس کے بعد ایک طبیب نے تو یہ کیا کہ امرود کھانا نہیں چھوڑا بلکہ قلیل مقدار میں مصلحات کے ساتھ کھاتا رہا اور ایک طبیب وہ ہے جس نے خود بھی امرود کھانا چھوڑ دیا اس خیال سے کہ میں قلیل مقدار میں بامصلحات کھاؤں گا تو دوسرے مجھے کھاتا دیکھ کر کھانا شروع کردیں گے اور وہ ان امور کی رعایت نہ کریں گے جن کی میں کرتا ہوں بلکہ اندھا دھن استعمال

کریں گے اور ہلاک ہوجائیں گے وہ بالکل ہی امرود کھانا چھوڑ دیتا ہے اور دوسروں کو بھی علی الاطلاق منع کرتا ہے بلکہ ٹوکرے کے ٹوکرے پھکوا دیتا اور دبوا دیتا ہے جس کی حالت دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کو امرود سے رغبت نہیں اور جو طبیب امرود کھا رہا ہے اس کو خوب رغبت ہے، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ رغبت تو اس کو اس سے زائد یا برابر ہے مگر محض دوسروں کی رعایت سے ترک کردیا ہے، بتلایئے ان دونوں میں سے کونسے طبیب کی اتباع وتقلید کرنی چاہئے؟ یقیناً اسی دوسرے کی، کیونکہ اس کی رائے انتظام پر مبنی ہے سب اس کی رائے ہی کو ترجیح دیں گے، بس یہی حال علماء وصوفیاء کا بھی ہے، صوفیاء اپنے غلبۂ شوق کو ضبط نہیں کرتے بلکہ برابر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ منکرات کی اصلاح کرتے ہیں، مگر آج کل کے بدعتی صوفیاء نہیں اور علماء بشرطیکہ خشک نہ ہوں انتظام کی وجہ سے اپنے شوق کو ضبط کرلیتے ہیں اور ظاہر میں اس مستحب ہی کو ترک کردیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عوام بدون ترک مستحب کے منکرات کو ترک نہیں کرسکتے اور اس سلسلہ میں علماء بیچارے ملامت کرنے والوں کی ملامت کی بھی پرواہ نہیں کرتے مگر شریعت کی محبت جو جذر قلوب میں پیوست ہے اس کی وجہ سے سب کچھ خوشی سے برداشت کرتے ہیں متنبّی کہتا ہے:

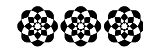
عذل العواذل حول قلب التائه

وهوى الاحبة منه في سودائه

یعنی ملامت کرنے والوں کی ملامت سرگرداں دل کے ارد گرد ہے اور احباب کی محبت تہِ دل میں ہے اس لئے لوگوں کے بدنام کرنے سے خائف نہیں ہوتے اور

ہر دم احکام الٰہیہ بتاتے ہیں، ضبط کرنا بھی درحقیقت ارباب کمال ہی کے بس کا ہے جو کاملین ہوتے ہیں وہ ذرا جنبش نہیں کرتے، چنانچہ شیخ جنید بغدادیؒ کی مجلس میں کسی نے کوئی شعر پڑھا سب لوگ مست و بے خود ہو گئے مگر حضرت جنیدؒ کو ذرا جنبش وحرکت نہ ہوئی کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ پر کوئی اثر نہ تھا فرمایا وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ قیامت میں نفخ صور کے وقت تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھو گے کہ ایک جگہ جمع ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے، اور فرمایا کہ میرے بدن کو انگلی لگاؤ لگانے کے ساتھ ہی خون کا فوارہ جوش زن ہوا یہ کاملین کا حال ہے، نہ وہ قیام کرتے ہیں نہ وہ محبت کے دعووں میں حرام و ناجائز کاموں کے قریب ہوتے ہیں، اس واسطے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دراصل محبت تو اطاعت و اتباع میں منحصر ہے اس کے بغیر دعویٰ محبت و عشق محض الفاظ کی حد تک ہے اور بس، چنانچہ عبداللہ بن المبارکؒ نے فرمایا:

تعصی الالٰہ وانت تظهر حبّه
ان هذا لفی الفعال بديع
لو كان حبك صادقا لاطعته
ان المحب لمن يحب يطيع



لطیفۂ عجیبہ

مسئلہ قیام طبی مسئلہ ہے نہ کہ شرعی:

جس کا راز یہ ہے کہ موافقت حال سے صاحب حال کو انبساط و سکون ہوتا ہے اور صاحب حال کی مخالفت کرنے سے انقباض ہو جاتا ہے جس سے بعض اوقات ہلاکت جان کا خطرہ ہے، اسی لئے یہ معمول ہے کہ جس شعر پر حال طاری ہو اس کو مکرر پڑھا جائے اس کا راز بھی یہی ہے کہ اس کے تکرار سے انبساط ہو جاتا ہے اور قبض نہیں رہتا، جو خالص صوفیاء کی اصطلاح ہیں صوفیاء نے اس مسئلہ کو صوفی ہونے کی حیثیت سے ذکر نہیں کیا بلکہ طبیب ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ حضرات طبِ روحانی کے ساتھ ساتھ طب جسمانی سے بھی واقف ہوتے ہیں، اب لوگوں نے اس مسئلہ کو تصوف کا بلکہ شریعت کا مسئلہ بنا دیا حالانکہ یہ صریح غلطی ہے، اگرچہ کتب تصوف میں اس کا ذکر موجود ہے مگر تصوف کے طور پر نہیں بلکہ طبی حیثیت سے استطر اداً ہے جیسا کہ فقہاء کرام بعض دفعہ کسی مسئلہ طبی کو بیان کرتے ہیں کما قالوا فی الوضوء بالماء الشمس انه يكره کہ دھوپ کے ذریعہ گرم شدہ پانی سے وضوء کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ ازروئے طب نقصان دہ ہے ایسے ہی یہ بھی ہے۔

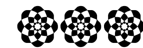
ماہ ربیع الاول کی خاص تاریخ میں ذکر میلاد کرنا:

یہ بات اگرچہ صحیح ہے کہ ماہ ربیع الاول میں ذکر فضائل کی ایک خاص تحریک

ہوتی ہے مگر کبھی ربیع الاول سے قبل اور کبھی اس کے بعد ہونا چاہئے، کیونکہ اس خاص تاریخ میں ذکر رسول ﷺ کرنے سے خرابیاں لازم آئیں گی اور اہل بدعت کے ساتھ تشبہ لازم آئے گا، جیسا کہ ماہ محرم میں قصہ حضرت حسینؓ کا بیان کرنا بوجہ مشابہت روافض ممنوع ہے، اسی لئے کبھی ربیع الاول میں ۱۲؍تاریخ کے علاوہ اور کبھی ربیع الثانی میں آگے پیچھے کر کے کرنا چاہئے، بلا شبہ اس ماہ کے قرب سے اہل اللہ کو بہت کچھ انوار و برکات محسوس ہوگئے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ اس ماہ میں جس ذات اقدس کی تشریف آوری ہوئی وہ مجمع الانوار منبع البرکات ہے کسی بزرگ نے کہا ہے:

لهذا الشهر فى الاسلام فضلٌ
ومنقبة تفوقُ على الشهور
لربيع فى ربيعٍ فى ربيعٍ
ونورٌ فوقَ نورٍ فوقَ نورٍ

یعنی اس مہینہ کی اسلام میں بہت فضیلت آئی ہے اور ایسی منقبت ہے جو دوسرے مہینوں کی منقبت پر فائق ہے اور وہ مہینہ بہار ہی بہار ہے نور ہی نور ہے، باقی یہ گفتگو بے کار ہے کہ ربیع الاول افضل ہے یا رمضان المبارک، ایک عارف نے ایسے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ سوال ہو کہ پانی افضل ہے یا کھانا، دونوں اپنے اپنے لحاظ سے فضیلت رکھتے ہیں ربیع الاول کو جزئی فضیلت ہے اور رمضان المبارک کو فضیلت کلی حاصل ہے۔



علماء دیوبند اور ذکر رسول ﷺ:

چنانچہ دیکھئے کہ تعظیم رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کا ذکر علماء دیوبند کو کس درجہ پسند ہے اور اس کو اذکار خیر میں اعلی درجہ کا ذکر اور اسلام کی تعلیمات میں داخل سمجھتے ہیں بطور نمونہ کے چند تصریحات ملاحظہ ہوں تاکہ دلوں سے وہ بدگمانی نکل جائے جو علماء آخرت کی طرف سے علماء سوء کی مصاحبت سے پیدا ہوگئی ہے، حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت اقدس تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ''ذکر ولادت شریف نبوی ﷺ مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ترین چیز ہے اگر بدعات وقبائح سے خالی ہو اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے'':

ذكرك للمشتاق خيرُ شرابٍ
وكلُّ شراب دونه كسراب

کہ محبوب کا ذکر مشتاق کے لئے بہترین شراب ہے اور ہر شراب اس کے علاوہ مثل ریت کے ہے کہ دیکھنے والا گرمئ تمازت میں اس کو پانی سمجھنے لگتا ہے اس کی چمک دمک کی وجہ سے دھوکہ کھا کر اس کے قریب جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانی نہیں ریت ہے۔

آگے فرماتے ہیں البتہ جیسا ہمارے زمانہ میں قیودات وشنائع کے ساتھ مروج ہے اس طرح بلاشبہ بدعت ہے الخ ؍امداد الفتاویٰ ؍ص۲۴۹؍ج۵؍محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری شریف ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ذکر پیدائش کرنا ہمارے پیغمبر ﷺ الف الف تحیۃ وسلام کا جو صحیح صحیح روایتوں کے ساتھ ہے (۱) ایسے وقتوں میں جو کہ وظائف واجبہ سے خالی ہوں (۲) ایسی کیفیتوں کے ساتھ جو خلاف طریقہ، صحابہ واہل قرون ثلثہ کے نہ ہو (۳) ایسے عقیدوں کے ساتھ کہ جن میں

شرک وبدعت کے وہم کی گنجائش نہ ہو (۴) ایسے آداب کے ساتھ جو مخالفت خصلت وشریعت وصحابہ کے نہ ہوتا کہ ما انا علیہ واصحابی سے باہر نہ ہوجائے اور ایسی مجلس ومحفل میں کہ مکروہات شرعیہ سے خالی ہو ایسا ذکر باعث خیر موجب برکات کا ہے (۵) بشرطیکہ صدق نیت واخلاص سے ہو (فتاوی میلاد شریف رص ۲)۔

فتاوی رشیدیہ میں متعدد جگہ اسی کا ذکر ہے ایک جگہ رص ۱۲۷ر پر موجود ہے اگر ذکر میلاد جناب سرور کائنات ﷺ بطور وعظ متضمن روایات صحیحہ خالی از بدعات ہوتو مستحسن ہے، ایک جگہ رص ۱۲۶ر پر ہے فی الحقیقت ذکر محفل میلاد شریف جو خالی از منہیات وبدعات شرع سے ہوتو مندوب ومستحب ہے۔

ایک جگہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں نفس ذکر ولادت مندوب ہے اس میں کراہت بسبب قیود کے آئی ہے، ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ مجلس مولود خیر وبرکت ہے درصورتیکہ ان قیودات (محرمہ) سے خالی ہو فقط، بلا قید وقت معین وبلا قیام وبغیر روایت موضوع مجلس خیر وبرکت ہے، صورت موجودہ جو مروج ہے بالکل خلاف شرع اور بدعت ضلالہ ہے مذکورہ بالا فتوی پر بہت سے علماء اسلام کے دستخط ہیں (فتاوی رشیدیہ رص ۱۸۴)۔

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کفایت المفتی رص ۱۸۴ رج ۱ر پر کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ذکر دینی حیثیت سے موجب صد خیر وبرکت ہے اور دنیوی حیثیت سے حضور اقدس ﷺ کے کمالات فضائل ومناقب کی تبلیغ واشاعت بے حد مفید اور انسانیت کی بیش بہا خدمت ہے، نیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حالات طیبہ کی اشاعت وتبلیغ کی غرض سے مجالس سیرت منعقد کرنا جائز

ومستحسن ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ ان مجالس کو بدعات سے پاک رکھا جائے، ان ہی اسلاف صالحین کے طرز پر چلنے والے اور علماء دیوبند کے فتاویٰ بھی یہی ہیں، صاحب فتاویٰ محمودیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک ہو خواہ عبادات، معاملات، عادات وغیرہ کا ہو بلا التزام تاریخ ومہینہ کے بلاشبہ باعث اجر وثواب ہے، اور اس بارے میں ان کے مختلف فتاویٰ مختلف مقامات پر مذکور ہیں، صاحب احسن الفتاوی لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی سیرت وحالات پر مسلمانوں کو مطلع کرنا اسلام کا اہم ترین فرض ہے اور ساری تعلیمات اسلامیہ کا خلاصہ یہی ہے اور اسی میں مسلمانوں کی بہبودی وفلاح منحصر ہے، آنحضور ﷺ کی ولادت بڑے سرور وفرحت کا باعث ہے اور یہ سرور کسی وقت اور محفل کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر مسلمان کے رگ وپے میں سمایا ہوا ہے، ملعون ابولہب کی باندی ثویبہ نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خبر ابولہب کو پہنچائی تو اس نے خوشی میں ثویبہ کو آزاد کردیا، مرنے کے بعد لوگوں نے ابولہب کو خواب میں دیکھا اور اس سے حال دریافت کیا تو اس نے کہا جب سے مرا ہوں عذاب میں گرفتار ہوں مگر دوشنبہ کی شب کو چونکہ میں نے ولادت نبی کی خوشی کی تھی اس لئے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے، جب ابولہب بدبخت کے لئے میلاد نبی کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ کی ولادت کے ذکر سے خوشی کرے اور حسب سہولت خرچ بھی کرے تو وہ کیونکر اعلی مراتب حاصل نہ کرے گا جبکہ خرافات مذکورہ سے خالی ہو، پس اگر ولادت یا معجزات یا غزوات وغیرہ کا ذکر بطور وعظ وتدریس یا بلا پابندی رسوم کے کرے تو ہزاروں برکتوں کا باعث ہے مگر موجودہ زمانہ میں مختلف ان اسباب کی وجہ سے (جو گزر چکے ہیں) ممنوع

ہے،ابولہب کے اعتقاد سے مولوی انوار اللہ حیدر آبادی اور بدعتی علماء نے میلاد کے متعلق یہ استدلال کیا ہے کہ جس لونڈی نے ابولہب جیسے معاند اسلام مخالف رسالت پناہ ﷺ کو آپ ؐ کی ولادت باسعادت کا مژدہ سنایا تھا ابولہب نے فرط محبت میں اپنی انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تھا اس کے صلہ میں یوم ولادت پر دوشنبہ کو اس پر عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے جب ایسے سرکش وباغی کو اس ابتہاج ومسرت کا یہ صلہ ملا تو ہم گنہگاروں کو بھی اس دن خوشی منانے میں ضرور اجر ملے گا۔

جواب ظاہر ہے کہ اول تو دفعی و مافاجاتی خوشی تھی اس پر قصدی واکتسابی خوشی کا قیاس صحیح نہیں کیا ہم کو تو یہ خوشی کا موقعہ ہی نہیں ملتا ہمیں ہر وقت موقع ہے اعمال اسلام ہی رسول اللہ ﷺ کی محبت وخوشی ہیں، ہاں قطع نظر اس کے ہماری یہ خوشی جائز بھی ہوتی اگر دلائل شرعیہ اس کے خلاف موجود نہ ہوں، اب جبکہ یہ مباح وغیر مباح بلکہ حرام کا مجموعہ ہوگیا تو اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام کے تحت حرام کا ہی حکم غالب ہوگا، صاحب البراہین القاطعہ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے متعدد جگہ کتاب مذکور میں فرمایا قیام مباح تو تھا مگر مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر دو عالم ﷺ واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلا کی تخصیص اور تخصیص کی وجہ سے بدعت ومکروہ ہوا۔

یہ چند تصریحاتِ اکابر بطور نمونہ کے ہم نے پیش کی ہیں ورنہ سارے علماء دیو بند کا عقیدہ یہی ہے کہ نفس ذکر اللہ اور ذکر رسول ﷺ جبکہ خود ساختہ قیودات مفاسد وقبائح سے خالی ہو عین ایمان اسلام کا شعار ہے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہزاروں

نعمتیں اس پر قربان البتہ جب خرابیاں لوازم، مکروہہ فاسدہ، اسباب کراہت وحرمت جمع ہونگے تو پھر بلا شبہ حرام ہے نہ خود اس میں شرکت کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی اجازت دیتے ہیں، بلکہ اگر ان کے ذاتی فعل سے دوسروں کے لئے جواز نکل سکتا ہو تو اس سے بھی احتراز کرتے ہیں، چنانچہ امام ربانی عالم حقانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس گنگوہیؒ مکہ معظّمہ برائے حج تشریف لے گئے حضرت حاجی امداد اللہؒ ان کے شیخ ومرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، کسی روز وہاں مجلس کا نظم تھا حضرت حاجی امداد اللہؒ نے مولانا گنگوہیؒ سے فرمایا کہ میاں رشید احمد فلاں جگہ چلو گے؟ حضرت گنگوہیؒ نے صاف انکار فرمادیا کہ میں ہندوستان میں لوگوں کو اس سے بسبب خرافات پر مشتمل ہونے کے منع کرتا ہوں ان کو میری شرکت کا علم ہوگا تو وہ کیا کہیں گے، اس پر حضرت حاجی صاحبؒ خوش ہوئے اور فرمایا جزاک اللہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوں کہ جس کو حق سمجھا اس پر قائم رہے، حالانکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس بالکل قیودات وخرافات سے خالی ہوتی تھی، لہذا اس سے اہلِ بدعت کا استدلال نہایت غلط ہے آج کل جو مروج ہے وہ ہرگز ہرگز اس کے حق میں نہیں تھے۔

سوال پھر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے کیوں انکار فرمایا؟ جواب یہ ہے کہ غایت تورع واحتیاط ہے اور اس حدیث پر عمل ہے جس میں حطیم کو داخل کرنا جو ایک جائز ومباح فعل ہے محض عوام کی رعایت کی وجہ سے ترک فرمانا سابقاً مذکور ہوا ہے، اسی واسطے شیخ گنگوہیؒ کے سامنے جب کوئی کہتا کہ آپ کے شیخ تو کرتے ہیں تو صاف

فرما دیتے کہ فعل مشائخ حجت نہیں، میں نے ان سے مسائل شریعت پر بیعت نہیں کی بلکہ اس واسطے بیعت کی ہے تا کہ مسائل پر عمل کا جذبہ پیدا ہو جائے اور سہولت کے ساتھ عمل ہو سکے، یہ وہ تصلب فی الدین ہے جس کی برکت سے مولانا گنگوہیؒ ہزاروں پر بھاری تھے اور یہی وہ جواب ہے جو خواجہ نصیرالدین کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

کیا مسئلۂ قیام فی المیلاد اور نفس میلاد اختلافی ہے؟:

بندہ کی ناقص رائے میں اس میں علماء دیوبند اور علماء بدعت کے مابین اختلاف فقط ظاہری ہے، اس واسطے کہ علماء دیوبند مطلق قیام اور مطلق ذکر ولادت کو جائز ومباح فرماتے ہیں جب کہ محرمات وقیوداتِ باطلہ سے خالی ہو جو میلاد وقیام میں مروج ہو گئیں اور محرمات پر اشتمال کے بعد تو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویوں کے اعلیٰ حضرت بھی حرام وشرک قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کا فتویٰ دیکھئے اسی استفتاء کے جواب میں۔

فتویٰ اعلیٰ حضرت بریلوی:

استفتاء اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الف تحیۃ الی یوم الدین میں جو شخص کہ مخالف شریعتِ مطہرہ تارک صلوۃ شارب خمر، داڑھی کترواتا ہو یا منڈواتا ہو، مونچھیں بڑھاتا ہو اور بے ادبی وگستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا یا پڑھاتا ہو اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء ومزاح کرے بلکہ اپنے مقتدیوں کو حکم کرے کہ داڑھی منڈوانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے انکے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ صاف

شفاف ہوتے ہیں ایسے شخص سے مولود پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا ممبر ومسند پر تعظیماً بٹھانا بیٹھنا باقی مجلس وحاضرین وسامعین کا ایسے شخص کو بوجہ خوش آئندی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہٗ اور روح حضور فخر دوعالم ﷺ تو خوش ہوتی ہے یا نہیں اور پروردگار عالم ایسی مجلس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب؟ بینوا من الکتاب وتوجروا عند رب الارباب!۔

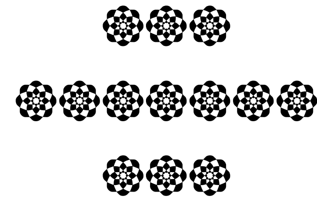
جواب از اعلیٰ حضرت:

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب نیران وغضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت، خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے مجرد مسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پر نور سید عالم ﷺ ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے تبیین الحقائق فتح اللہ المعین طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے فی تقدیم الفاسق تعظیمہ وقد وجب اھانۃ شرعاً۔

روایت موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور پر نور ﷺ کمال ناراض ہیں، ایسی مجلس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا یہ سب مستحق غضب الٰہی ہیں، یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر بھی وبال ہے اور خود اس پر علاوہ حاضرین وقارئین سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور خود اپنا گناہ اس پر طرہ، مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار

گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار اور ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو، ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر بے حساب وبال وعذاب تازہ ہوگا، مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اس قاری وعلم دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دو لاکھ دو سو وقس علی ھذا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلك من اجورھم شیئاً ومن دعیٰ الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ ذلك لا ینقص من اثامھم شیئاً رواہ الائمہ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃؓ رسول اللہ ﷺ پاک ومنزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس وشیاطین کا ہجوم ہوگا والعیاذ باللہ رب العلمین الخ، اب تو اہل میلاد کو شرمانا چاہئے کہ ان کے اعلی حضرت نے بھی اس مجمع کو مجمع ابلیس وشیاطین ٹھیرایا رسول اللہ ﷺ اس سے بالکل بری ہیں۔



خاتمہ

اتباع سنت اور اس کی اہمیت:

حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ[1] کا یہ مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ''اتباع سنت ہی ساری غوثیت اور قطبیت ہے''۔

قرآن کریم میں حق تعالی نے اپنی محبت کا معیار اتباعِ رسول اللہ ﷺ کو ہی قرار دیا ہے، نیز اسی پر عند اللہ مقبولیت ومحبوبیت اور مغفرت وابستہ قرار دی ہے، قرآن وحدیث میں اس پر بے شمار نصوص وارد ہوئی ہیں، بطور مثال کے چند سنئے! ارشاد ربانی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ط حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ نے ترجمہ فرمایا، آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ تعالی سے محبت ہے تو میری راہ پر چلو تب وہ تم سے پیار کریں گے اور تمہاری مغفرت فرمادیں گے، اتباعِ سنت میں کامیابی وکامرانی کا راز یہ ہے کہ انسان محبوب کی صورت بنا کر جب رب العزت

---

[1] آپ کبارِ علماء صلحاء میں سے ہیں، بہت بڑے عارف باللہ، محدث، فقیہ تھے، تفسیر ودیگر علوم میں آپ کو کمال حاصل تھا، آپ کی کرامات مشہور ہیں، بقول صاحبِ نزہۃ الخواطر، آپ کی کشوف وکرامات کے بارے میں مت پوچھو وہ توحدِ تواتر کو پہونچے ہوئے ہیں اور میں نے اولیاء سابقین میں اتنی کرامات اور کشوف سوائے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے اور کسی کے بارے میں نہیں سنیں، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ آپ علم وعمل، زہد وتقوی، شجاعت وکرم، جلالت ورعب، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اخلاص، اخبات، انابت الی اللہ، دعاء ومراقبہ، حسنِ اخلاق، مخلوق کو نفع پہونچانے میں اپنے دور میں سب سے آگے تھے (نزہۃ الخواطر ص ۳۸۶ / ج ۸)۔

والجلال کے سامنے حاضر ہوتا ہے ضرور اس پر مولائے تعالیٰ کی نظرِ کرم ہوتی ہے۔

تاج الاولیاء والاتقیاء حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حامداً ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم　امابعد !

ہنگامِ قربِ قیامت ہے اور وقتِ زیادتی ظلمات، ایک عالم ظلمات کے اندر غرق ہے اور غرق ہوتا چلا جارہا ہے، کوئی جواں مرد درکار ہے جو اس خطرناک زمانہ میں احیائے سنت کرے اور بدعت کو مٹائے، بے انوار سنن نبویؐ راہِ راست پانا محال ہے اور بے التزامِ اطوارِ نبوت نجات ڈھونڈھنا محض خیال ہے، طریقۂ صوفیا کا سلوک اور ''محبت ذاتیہ'' کا وصول بے اتباع حبیبِؐ رب العالمین متحقق نہیں ہوسکتا آیۂ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ، ہمارے اس قول کی گواہ ہے، اپنی سعادت اسی میں سمجھنی چاہئے کہ عادات، عبادات اور معاملات میں آنحضرتؐ سے نسبت پیدا ہو، عالمِ مجاز میں دیکھو کہ جو شخص محبوب سے مشابہت اختیار کرتا ہے مُحِب کی نظر میں وہ کتنا محبوب وزیبا اور مرغوب ورعنا معلوم ہوتا ہے، محبوب کے دوست مُحِب کی نظر میں عزیز اور محبوب کے مبغوض، محبوب کی نظر میں مبغوض ہوتے ہیں، پس کمالاتِ صوری ومعنوی، آنحضرت ﷺ کی محبت کے ساتھ وابستہ ہیں (مکتوبات خواجہ محمد معصوم/ص ۶۹)

سبحان اللہ العظیم اللہ پاک بلند سے بلند درجات نصیب فرمائے حضرت خواجہ صاحبؒ کو اس قدر زبردست انداز سے اتباعِ سنت پر ابھارا ہے۔

نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا مدار اتباعِ سنت پر ہی ہے

اور اسی پر عند اللہ محبوبیت اور مغفرت مؤعود ہے، نیز حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (پارہ ۵ رکوع ۶ آیت ۶۴) ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ کار نہیں اور یہ کہ یہ اللہ کا حکم ہے، لہذا رسولوں کی اطاعت فرض ہے، اسی پر ساری شریعت وطریقت کا مدار ہے، ایسے ہی حق تعالیٰ فرماتے ہیں: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ الآیۃ (پارہ ۲۶، رکوع ۸ آیت ۳۳) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو، یعنی اللہ اور ان کے رسول ﷺ کی مخالفت کرکے، اگر یہ مخالفت نفسِ ایمان میں ہے تو کفر وشرک ہے اور اگر یہ مخالفت ان کے احکامات میں ہے تو فسق وعصیان ہے (بیان القرآن)۔

نیز معلوم ہوا کہ اللہ اور ان کے رسولؐ کی اطاعت کرنا فرض ہے اس کے بغیر ایمان اور اسلام کچھ بھی نہیں چہ جائے کہ کوئی شخص تصوف وروحانیت کا دعوی کرے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ومن تولیٰ فما ارسلنٰک علیھم حفیظا (پارہ ۵، رکوع ۸ آیت ۸۰) اور جس شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی اور جو شخص آپؐ کی اطاعت سے روگردانی کرے تو آپ اس پر کچھ غم نہ کیجئے کیونکہ ہم نے آپ کو ان کا نگراں بنا کر نہیں بھیجا، یعنی اگر یہ لوگ آپ کے طریقہ پر نہیں چلیں گے تو اس بارے میں سوال آپ سے نہیں ہوگا بلکہ خود انہیں لوگوں سے ہوگا۔

حضرت جابرابن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ملائکہ سونے کی حالت میں تشریف فرما ہوئے ، بعض نے فرمایا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں ، بعض کہنے لگے کہ آنکھیں سوئی ہوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے ، پھر کہنے لگے کہ تمہارے ان بزگ کی اس شخص کی سی مثال ہے ، جس نے مکان بنایا اور اس میں دستر خوان لگایا اور داعی کو بھیجا تو جس نے داعی کی دعوت پر لبیک کہا وہ مکان میں داخل ہو گیا دستر خوان سے کھانے لگا اور جس نے دعوت کو قبول نہیں کیا تو وہ گھر میں داخل ہی نہ ہوا وہ دستر خوان سے بھی نہیں کھائے گا۔

تو ملائکہ کہنے لگے کہ مکان تو جنت ہے اور داعی محمد صلی علیہ وسلم ہیں ، لہذا جو آپ کی اتباع کرے گا اس نے اللہ کی اتباع کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی ، آپ لوگوں کے درمیان کسوٹی اور معیار ہیں (معالم التنزیل ص۲۵۱؍ج۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی ، جو حاکم کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو حاکم کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے (بخاری ومسلم)۔

حضرت عبادہ ابن صامتؓ کا بیان ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس امر پر بیعت کی تھی کہ حضور کا حکم سنیں گے اور مانیں گے ، دشواری میں بھی اور آسانی میں بھی ، خوشی میں بھی ، اور ناخوشی میں بھی اور حکام سے انکے حکم میں کوئی کشاکشی نہیں کریں گے

اور جہاں ہوں گے حق کو قائم کریں گے اور حق بات کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

نیز حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حاکم کا حکم سنو اور مانو اگر چہ تم پر حاکم اور ذمہ دار بنا دیا جائے کسی حبشی غلام کو جس کا سر کشمش کی طرح ہو یا اس کا کان کٹا ہوا ہو (بخاری ومسلم) یعنی اس کے ظاہری عیوب پر نظر مت رکھو ، جمعیت اور جماعت ، نظم وانتظام کی مضبوطی اور استحکام کے پیش نظر اس کی تقلید اور اطاعت سے خروج نہ کرو کہ یہ چیز اسلام کو پسند نہیں ہے اور اس سے ہنگامے اور طوفان ایک دوسرے کی آبروریزی کے ایسے باب کھلتے ہیں جن سے بہت سے اذہان خراب ہوتے ہیں اور بہت سوں کی طرف سے بدعقیدگیاں پیدا ہو کر لوگوں میں دین اور دینداروں کی طرف سے ایک تنفر وبعد پیدا ہوتا ہے (بخاری)۔

نیز ایک جگہ حضور اقدس سرکار دوعالم ﷺ سے بیعت کرنے کو اللہ نے اپنے سے بیعت کرنا قرار دیا ہے فرماتے ہیں: اِنّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ فمن نکس فَاِنَّمَا یَنۡكُسُ عَلٰی نَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیۡهُ اللّٰهَ فَسَیُؤۡتِیۡهِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (پارہ۲۶؍رکوع۹؍آیت۱۰)

بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں خدائے تعالی کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ، پھر جو شخص بیعت توڑے گا تو اس کے بیعت توڑنے کا گناہ اسی کی ذات پر ہوگا اور جو شخص پورا کرے گا اس چیز کو جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا یعنی بیعت کی تھی تو حق تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

اس آیت میں جہاں اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ سے بیعت کرنے کو خود اپنے سے بیعت کرنا قرار دیا ہے جس سے اتباعِ رسول ؐ اور اتباعِ سنت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کرنا سنت سے ثابت ہے اور اس پر قائم رہنا موجبِ اجر وثواب ہے اور بلا وجہ یا خواہشِ نفس کے تابع ہو کر توڑ دینا باعث نقصان اور خسران ہے۔

اتباع رسول ﷺ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا: یَآ اَیُّھَاالنَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًاالَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْابِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ آپ کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمینوں میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے، پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور ان کے رسول ﷺ پر جو نبی امی ہیں، جو خود ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور ان کے احکامات پر اور تم انہیں کی اتباع کرو تبھی تم ہدایت پاؤ گے۔

اس آیت میں اللہ پاک نے کس قدر تاکید سے اپنے پیغمبر ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور صاف صاف بتادیا ہے کہ ہدایت پر تبھی آؤ گے جب نبی کی اتباع کروگے اور اگر تم نے نبی ؐ کے طریقے کو چھوڑا تو گمراہی میں جا پڑوگے، آج لوگ نبی کی اتباع کو چھوڑ کر مختلف چیزوں میں لگے ہوئے ہیں اور بہت سے تو مزارات پر رکوع سجدے کررہے ہیں، منتیں اور نا معلوم کیا کیا خرافات کررہے ہیں اور کروارہے ہیں،

جب کہ یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ موت وحیات، نفع ونقصان سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے نہ کسی زندہ کے اختیار میں ہے اور نہ کسی مردہ کے اختیار میں ہے۔

نافع وضار جز اللہ نہیں ہے کوئی
مؤمن ہوکر پھر شرک سے تجھ کو کیا کام

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں: کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع اور پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا، **لو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی الحدیث** میرے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ ایک جگہ پر اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

خود ہی فرماتے ہیں سرکار دوعالم ﷺ		سن لے تا کہ ہو جائے معلوم تجھ کو نبوت کا مقام
ہوتے موسیٰ بھی جو زندہ تو نہ چارہ تھا کوئی		بجز اس کے کریں پیروی خیر انام
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا صد مرحبا		اللہ اللہ یہ ہے مرتبہ یہ ہے ان کا مقام
ان کے دربار میں جبریل امین آتے تھے		لاتے تھے عرش معظم سے خدا کا پیغام
غوث وابدال قطب امام واوتاد		بلا شبہ یہ سب ہیں محمد کے غلام
ایک طرف امام رسل ایک طرف ان کا غلام		بوالہوس تو ہی بتادے کس کا سنائے گا تو پیام
میری سنت سے محبت ہے محبت میری		یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام

نیز ایک جگہ ارشاد فرمایا: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ

وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا ۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا

ترجمہ: اور جو کوئی حکم مانے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا تو وہ انکے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا کہ وہ حضرات انبیاء صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں اور انکی رفاقت بہت عمدہ ہے، یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ پاک کافی ہے جاننے والا۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے اپنی جان مال اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں، میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آجاتی ہے تو جب تک حاضر ہوکر شرف زیارت حاصل نہ کرلوں قرار نہیں آتا، لیکن جب مجھے اپنی اور آپکی موت کا تصور ہوتا ہے تو جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد یہ شرف زیارت حاصل نہ ہوسکے گا کیوں کہ آپ جنت میں انبیاءؑ کے ساتھ اُونچے درجہ میں ہوں گے اور اگر میں جنت میں پہونچ بھی گیا تو اندیشہ ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا حضور ﷺ نے یہ کلام سنکر کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت شریفہ لیکر نازل ہوئے۔

نیز حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۔ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ

عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"، ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے سو اسکو لکھ دوں گا انکے لئے جو ڈر رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں، وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول ﷺ کی جو نبیؐ امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ حکم کرتا ہے نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان پر سے انکے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اسکی رفاقت کی اور اسکی مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو اسکے ساتھ اترا ہے، وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچے۔

احادیث مبارکہ:

قال رسول اللہ ﷺ من اطاع محمداً فقد اطاع الله ومن عصى محمداً فقد عصى الله ومحمد فرقٌ بين الناس (بخاری شریف)

رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس شخص نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس شخص نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، محمد ﷺ کی اطاعت لوگوں کے درمیان حق و باطل کا فرق کرنے والی ہے۔

فائدہ:

اس حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جس شخص نے حضرت نبی پاکؐ کی

اطاعت اور آپ کے طریقہ کا اتباع کیا یعنی عبادات، معاملات، اخلاق اور زندگی کے تمام نشیب وفراز میں آپ ؐ کو سامنے رکھا اس نے درحقیقت اللہ کی عبادت کا حق ادا کر دیا کیونکہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ؐ کو ایک نمونہ اور اسوہ بنایا ہے اور جو کچھ قرآن کریم میں آپ ؐ پر نازل فرمایا گیا ہے اس پر عمل آپ کی سیرت کو سمجھ کر اور طرز کو دیکھ کر ہی ہوسکتا ہے اور جو شخص آپ ؐ کی نافرمانی میں لگ گیا وہ اللہ پاک کی عبادت اور اطاعت سے بھی بیزار ہوجائے گا تو اصل چیز فرق کرنے والی حق اور باطل میں رسول پاک ؐ کا نمونہ ہی ہے، اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اور جس نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی:

اتباع سید کونین ہر ہر بات میں
ہے اسی میں زندگی والوں کے جینے کا مدار

نیز ایک جگہ فرمایا: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما ان تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله کہ تم میں دو چیزوں کو چھوڑ کر جارہا ہوں اللہ کی کتاب اور سنت، جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہوگے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فائدہ:

بالکل حقیقت ہے کہ جب تک امت ان دونوں چیزوں کو مضبوطی کے ساتھ

پکڑے رہے گی تو ہدایت پر قائم رہے گی اور جب امت ان دونوں چیز کو چھوڑ دیگی گمراہی کے راستہ پر چل پڑیگی، جیسا کہ بہت سی جگہوں پر بہت سے لوگوں کے حالات ثابت کررہے ہیں، کوئی قرآن کو چھوڑ رہا ہے تو کوئی سنت کو اور کوئی سلف صالحین کے طرز کو حالانکہ ان تین چیزوں کے مجموعہ سے ہی جملہ ہدایتیں وابستہ ہیں اور ان تینوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے نہ قرآن کریم پر بغیر سنت کے عمل ہوسکتا ہے بلکہ صحیح سمجھا بھی نہیں جاسکتا ہے اور نہ سنت کو قرآن کریم کے بغیر سمجھا جاسکتا ہے اور نہ عمل ہوسکتا ہے، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ سنت شارح ہے کتاب اللہ کی اور سلف صالحین کا طریقہ اس کے لئے بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے اور ان کے حالات سے کتاب وسنت کے مفاہیم اور مضامین کو سمجھا بھی جاتا ہے اور عمل میں بھی لانا آسان ہوجاتا ہے اور ہمت بھی بڑھتی ہے کہ جب وہ لوگ اس راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنوچے تو پھر ہم بھی اسی راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ اور چل ان لوگوں کے راستہ پر جو چلے ہماری طرف اور توبہ وانابت کا راستہ اختیار کر کے بڑے بڑے منازل کو اور درجات کو پہنچ گئے اور تو کم ہمت ابھی سوچ میں ہی پڑا ہوا ہے۔

تجھے اپنے آباء سے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ رفتار تو ثابت وہ سیارہ

ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا یؤمن احدکم حتی اکون اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْن، یعنی تم میں سے کوئی کامل مؤمن نہیں بن سکتا، جب تک کہ میں اس کو اس کے والد سے اس کی

اولاد سے اور تمام ہی لوگوں سے پیارا نہ ہو جاؤں۔

قال رسول اللہ ﷺ اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار (رواہ مسلم)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہترین بات وہ کتاب اللہ کی بات ہے اور بہترین طریقہ وہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین کام وہ ہیں جو شریعت کے خلاف نئے ایجاد کردہ ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ من احبنی احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ" رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھ سے محبت کی اس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

"قال رسول اللہ ﷺ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید" رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری امت میں فساد کے دوران میری سنت کو مضبوطی کے ساتھ اپنائے رکھا تو اسکو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال: کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قالوا ومن یأبی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی (معالم التنزیل ص/۴۵۱/ج۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا، مگر وہ شخص کہ جس نے انکار کیا، حضرات صحابہ کرامؓ کہنے لگے کہ کون انکار کریگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

عن عائشۃؓ قالت صنع رسول اللہ ﷺ شیئا فرخص فیہ فتنزہ عنہ قوم فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فخطب فحمد اللہ ثم قال مابال اقوام یتنزھون عن الشئی اصنعہ فواللہ انی لاعلمھم باللہ واشدھم لہ خشیۃ (مشکوۃ شریف/ص۲۷)۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک علیہ السلام نے کوئی ایسا کام کیا جس میں شرعاً امت کیلئے رخصت وسعت، گنجائش دینا مقصود تھا، بعض لوگ اس کام سے احتیاط کرنے لگے اور اس کے کرنے کو نامناسب خیال کرنے لگے، یہ بات رسول پاک علیہ السلام کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع فرمایا اور خطاب کیا اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی چیز سے بھی احتیاط کرنے لگے ہیں جس کو میں کرتا ہوں حالانکہ میں تم سب میں اللہ سے اور اللہ کے احکامات سے سب سے زیادہ واقف ہوں، تقویٰ و پرہیزگاری اور خوفِ خدا میں سب سے بڑھا ہوا ہوں، یعنی ان لوگوں کو ایسا نہ کرنا چاہئے، یہ تو پیغمبرؑ سے بھی زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا معاملہ ہو جائے گا حالانکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان پیغمبر سے زیادہ متقی اور پرہیزگار بن جائے، معلوم ہوا کہ پیغمبرؑ کا اتباع ہی عین مطلوب ہے، اس حدیث پاک میں جس کام کا

ذکر فرمایا گیا ہے اور جن لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے بعض شراح نے ان کے بارے میں عدم علم کا اظہار کیا ہے کہ ہم نہیں جانتے وہ کیا چیز تھی اور وہ حضرات کون تھے ،بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ چیز تھی سفر میں روزہ نہ رکھنا اور یہ وہی حضرات تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نکاح ،تجارت وغیرہ نہ کریں گے اور اپنے تمام اوقات کو تمام طاقتوں کو عبادات میں صرف کردیں گے ،جن میں حضرت علیؓ حضرت عثمان ابن مطعونؓ ،عبداللہ ابن رواحہؓ ، حضرت مقداد ابن اسودؓ ،حضرت عبداللہ ابن العاصؓ وغیرہ وغیرہ بتائے گئے ہیں۔

عن العرباض بن ساريةؓ قال صلى بنا رسول الله ﷺ ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يا رسول الله كان هذه موعظة مودع فاوصنا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ (مشکوۃ شریف ص ۳۰)۔

عرباض ابن ساریہؓ سے مروی ہے رسول پاک ﷺ نے ایک دن ہمکو نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ اپنے چہرۂ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے ، پھر آپ نے ہمارے سامنے ایک ایسا جامع ترین وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور قلوب سہم گئے ،تو ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ایسا لگ رہا ہے کہ یہ بلیغ خطاب الوداعی خطاب ہے ،پس آپ ﷺ ہمکو وصیت فرمادیجئے ،تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے ، سننے اور فرمابرداری کی وصیت کرتا ہوں ،تم لوگ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین ومہدیین کی سنت اختیار کرلو،اسکو مضبوطی

کے ساتھ پکڑلو(گویا سنت مطہرہ سے قطعاً انحراف نہ کرو)۔

ان تمام ہی نصوص سے معلوم ہوا کہ اصل ولایت اتباعِ سنت ہی ہے اور جو طریقت اس کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے، چنانچہ مرشدی محبوبی حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو طریقت خلاف شریعت ہو ضلالت ہے
طریقت اور حقیقت یہ دونوں خادم ہیں شریعت کے

لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک قطب وولی احکامِ شرع سے بے نیاز رہے،حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ طریق چشتیہ کے کتنے بڑے شیخ صاحبِ حال وقال درویش ہیں، انہیں کے مکتوبات کو دیکھ لیجئے کوئی مکتوب اتباعِ شرع کی تاکید اور ترغیب سے خالی نہیں ہے۔

چنانچہ آپ کے اتباعِ سنت کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں: ایک بار ایک بزرگ کا آپ کے سامنے ذکر کیا گیا آپ کو ملنے کا شوق پیدا ہوا ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے عبادت خانے سے نکل کر اڑتے ہوئے کسی جگہ پہنچے ہیں، حضرت شیخ عبدالقدوسؒ اندر تشریف لے گئے تاکہ ان کے عبادت خانہ کی زیارت کریں وہاں دیکھا کہ ان کے ہاتھ گھٹنے اور سر ٹیکنے کے نشانات پڑے ہوئے تھے، لیکن سب نشانات خلافِ سنت واقع ہوئے تھے، ارشاد فرمایا وہ شخص کیا خاک بزرگ ہوگا جسکی نماز بھی سنت کے موافق نہ ہو اور اڑنا کوئی کمال نہیں ہے، رابعہ بصریہؒ نے دیکھا کہ حسن بصریؒ نے پانی پر مصلی بچھایا اور نماز پڑھی، تو انہوں نے ہوا پر بچھا کر نماز شروع کی، بعد میں فرمایا ہوا میں

اڑنا اور پانی پر چلنا کمال نہیں ورنہ مچھلی اور مکھی ہم سے زائد باکمال ہوجائیں گی، اصل کمال اتباعِ سنت ہے، شیخ اتباعِ سنت میں راسخ تھے، اسی وجہ سے ان کے مریدوں میں بھی یہ جوہر راسخ تھا، چنانچہ آپ کے خلیفہ شیخ جلال الدینؒ بیمار ہوئے تو لوگوں نے دوا پلانی چاہی اور آپ چارپائی پر تھے فرمانے لگے کہ پہلے مجھے نیچے اتاردو تب دوا نوش کروں گا کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ عین استغراق میں ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو فرماتے کہ شرعِ محمدیؐ سے چارہ نہیں ہے، اس کے علاوہ اور واقعات بھی ہیں، اختصار کی وجہ سے ترک کئے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ زکریاؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے حالات میں حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ میں نے جتنے بزرگانِ سلف کے تذکرے دیکھے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کی حالت اور طرز وہ نہ تھا جو آج کل کے اکثر مشائخ کا ہے، ان مشائخ کو دیکھا جاتا ہے وہ اتباعِ شریعت کو وصول الی اللہ کے لئے چنداں ضروری نہیں سمجھتے اور ان کا اعتقاد ہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے، بلکہ بزرگانِ سلف کا حال تقویٰ وطہارت اور اتباعِ سنت میں صحابہ کرامؓ کے جیسا تھا، چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بار آپ وضو کرنے میں انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے، تو غیب سے آواز آئی کہ محبتِ رسول ﷺ کا دعویٰ اور سنت کا تارک! آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا، اور لکھا ہے کہ آپ کی یہ حالت تھی کہ جہاں آپ آگ کو دیکھتے تو کانپ اٹھتے کہ کہیں قیامت کے روز اس کی سزا نہ ہو، تو اتباعِ سنت میں ان حضرات کا وہی

حال تھا جو حضراتِ صحابہؓ کا تھا (تاریخ مشائخ چشت/ص ۱۶۷)۔

حضرت محبوب سبحانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ: مجھ کو کئی سال نسبتِ حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی تو حضرت خواجہ کی توجہ ودعا سے میری حالتِ قبض بسط سے بدل گئی آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں، کیونکہ حضرت خواجہؒ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالہ کردیا ہے، تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں، یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرتِ نسبت اور قوتِ باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی، حضرت امام ربانیؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ طاق میں سے مسواک اُٹھالاؤ آپ نے مسواک کو زمین پر پٹخ دیا اسی وقت زمین ساکن ہوگئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہوجائیں، لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) اور اپنی اس کرامت سے کہ (دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہوجائیں) اثناء وضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔

حضرت محبوب سبحانی سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کامل متقی اور متبع سنت اور بدعت کے سخت دشمن تھے، آپ کی بنیادی تعلیم یہ تھی کہ خدا کی تلاش رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ کرو اور اس محمدیؐ طریقہ کی اساس کو سنت زندہ کرکے اور بدعات کو مٹا کر مضبوط کرو۔

کرامت اتباع سنت کا ثمرہ ہے، آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بغیر کوئی کمال حاصل نہیں ہوسکتا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: کہ ہر ایک فضیلت اور ہر ایک کمال آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ کی شریعت کی تابعداری ہی پر موقوف ہے (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۲ ص ۳۸۶)۔

دراصل ان خرافات میں مشغول ہونا مقام رسالت سے غفلت اور عدم معرفت کا ثمرہ ہے، مرشدی حضرت شاہ محمد احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا ؎

اگر سمجھ میں تری آیا ہے رسالت کا مقام — کٹ کے ہر در سے تو بن فخر دو عالم کا غلام
میری سنت سے محبت ہے محبت میری — یہی فرما گئے ہیں سارے رسولوں کے امام
جو ہیں سرکار مدینہ ﷺ کی محبت میں فدا — ساتھ سرکار کے جنت میں کریں گے وہ قیام
جان کی ان کی قسم کھاتا ہے قرآں میں خدا — اللہ اللہ یہ محبوبِ خدا کا ہے مقام

(عرفان محبت ص ۱۴۰)

اس مضمون پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر یہ مختصر رسالہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا اسلئے اس کو اختتامی مراحل پر لاتے ہوئے حضرت اقدس قطب وقت پرتاپگڈھی دامت برکاتہم کے چند منتخب اشعار پر ختم کرتا ہوں تاکہ اول وآخر میں ان کے مقبول اشعار کی برکت سے اس رسالہ کا درمیانی حصہ بھی مقبول ہوجائے اور یہ حضرت ہی کے کلام کی شرح کہلائے! فرماتے ہیں کہ خالص محمد کا غلام بن!

تو اگر آج بھی ہوجائے محمد کا غلام — سمجھیں رحمت تجھے پھر دنیا کی ساری اقوام
یوں تو کہنے میں بنتے ہیں نبی کے خدام — جو ہیں پابند شریعت ہیں وہی اصل غلام
تیرے ایمان میں خامی نہ رہ جاتی — کاش پی لیتا تو بھی اگر محبت کا جام

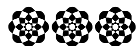
مست ہوکر تو سنا کرتا ہے غیروں کا کلام — پر نہیں تجھ کو حدیث نبوی سے کچھ کام
غوث و ابدال و قطب اور امام و اوتاد — سب کے سب ہیں یہ بلاشبہ محمد کے غلام
ہے محمد کی اطاعت اطاعت رب کی — آپ فرمائیں تو امت میں ہے کس کا مقام
شرک وبدعت میں تو ڈوبا خدا کے بندے — تو ہی انصاف سے کہدے کہ یہی ہے اسلام
شرک وبدعت میں تجھے ہائے مزہ ملتا ہے — شرم کی بات ہے سنت سے نہیں تجھ کو کام
صدق دل سے پڑھوں کیوں نہ درودوسلام — آگیا لب پہ مرے سرورعالم کا نام
اب تو بن ساقی کونین کا تو سچا غلام — اٹھ کے دنیا کو پلا شوق سے توحید کا جام
بے خبر ہوش سے لے کام نہ ہو تو غافل — دیکھ صیاد نے ہر سمت بچھائے ہیں دام

پیروی سید کونین کی لازم ہے تجھے
اپنے اعمال سے اسلام کو مت کر بدنام

(ازعرفان محبت)

یا الٰہی مجھ کو اب اپنا بنا
کرلے تو مقبول خالد کی دعا

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارناالباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ اجمعین والحمدللہ رب العالمین .



مدینہ کے کہسار یاد آ رہے ہیں

از:شیخنا ومحبوبنا فانی فی اللہ عاشق رسول اللہ ﷺ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نوراللہ مرقدہٗ

غلامانِ سرکار یاد آرہے ہیں — وہ اعوان وانصار یاد آرہے ہیں

جو چوں وچراجانتے ہی نہیں تھے — خداکے وفادار یاد آرہے ہیں

خداان سے راضی ، وہ راضی خداسے — محبت کے بیمار یاد آرہے ہیں

ہے خوددین کو ناز جن ہستیوں پر — وہی مجھ کو دیندار یاد آرہے ہیں

جو پیتے تھے ہردم شرابِ محبت — وہی مجھکو میخوار یاد آرہے ہیں

مسخرہوئے جن سے اغیارکے دل — وہ اخلاق وکردار یاد آرہے ہیں

وہ صدیقؓ و فاروقؓ وعثمانؓ وحیدرؓ — وہ ابرار واخیار یاد آرہے ہیں

لٹادی خداکیلئے ساری دولت — وہ امت کے سردار یاد آرہے ہیں

وہ دو نور والے رفیقِ پیمبرؐ — وہ عثمانؓ زردار یاد آرہے ہیں

تھے حسّان جو عاشق فخرِ عالم — ہمیں ان کے اشعار یاد آرہے ہیں

میں جنت کو بھی بھول بیٹھا ہوں اب تو — صحابہؓ کے گھر بار یاد آرہے ہیں

محبت صحابہؓ کی پیدا ہوجن سے — وہ اخبار وآثار یاد آرہے ہیں

تڑپنے لگا دل میرا اللہ اللہ — مدینہ کے کُہسار یاد آرہے ہیں

وہ حرمین کے رات دن اللہ اللہ — وہ برکات وانوار یاد آرہے ہیں

غلامانِ احمدؐ پہ قربان احمدؐ — حقیقی وہ احرار یاد آرہے ہیں

از عرفان محبت